بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں
تو وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا
ہے۔ اور تمہاری خرابی ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

1853

ذخیرہ
جمیل احمد

کلمۂ حق

مصنفہ

فاضل شہیر حضرۃ مولانا عبدالحکیم خان اختر صاحب مجددی مظہری شاہجہانپوری مدظلہ العالی

شائع کردہ

ادارہ غوثیہ رضویہ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۲۲ بی
کرم پارک مصری شاہ لاہور۔ ۳۹

نام کتاب :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کلمۂ حق

مصنف :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا عبدالحکیم خان اختر صاحب مجددی مظہری شاہجہانپوری مدظلہٗ

پروف ریڈنگ :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ماسٹر منور حسین صاحب اور محمد عبدالوہاب ناز صاحب

کتابت :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جاوید

مطبع :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لاہور

اشاعت بار اوّل :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سنہ ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

" دوم :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سنہ ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء

ناشر :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ادارہ غوثیہ رضویہ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۲۲ بی

کرم پارک مصری شاہ لاہور۔ ۳۹

یہ کتاب مندرجہ ذیل جگہوں سے ۲۔۵۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

۱۔ ادارہ غوثیہ رضویہ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۲۲۔ بی کرم پارک مصری شاہ لاہور۔ ۳۹

۲۔ الحاج پیر وزیر علی صاحب قادری نوری جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور۔

Marfat.com

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ [illegible]

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شائع کردہ

ادارہ غوثیہ رضویہ [illegible]

[illegible]

Marfat.com

فہرست

59822

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
١	حکیم اہلسنت سے بے وفائی	١
٢	پیغام [illegible]	٢
٣	[illegible]	٣
٤	[illegible]	٣٠
٥	[illegible]	٣٨
٦	[illegible]	٤١
٧	[illegible]	〃
٨	[illegible]	٤٤
٩	[illegible]	〃
١٠	[illegible]	٤٥
١١	پانچواں نکتہ	〃
١٢	چھٹا	٤٦
١٣	ساتواں	٤٧
١٤	آٹھواں 〃	〃
١٥	نواں	٤٨
١٦	مکتوب گرامی	〃
١٧	ترجمہ مکتوب گرامی	٤٩
١٨	دسواں نکتہ	٥٣
١٩	گیارہواں نکتہ	٥٥
٢٠	بارہواں 〃	٥٧
٢١	تیرہواں 〃	٦٠
٢٢	چودھواں 〃	٦٧
٢٣	[illegible]	٧٢
٢٤	[illegible]	٧٤
٢٥	اولاً	〃
٢٦	ثانیاً	〃
٢٧	ثالثاً	٧٦

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
٢٨	رابعاً	٧٧
٢٩	خامساً	٧٨
٣٠	سادساً	〃
٣١	سابعاً	٧٩
٣٢	اولاً	٨١
٣٣	ثانیاً	٨٣
٣٤	ثالثاً	〃
٣٥	رابعاً	٩٤
٣٦	خامساً	٩٦
٣٧	سادساً	٩٩
٣٨	سابعاً	١٠٠
٣٩	ثامناً	١٠١
٤٠	تاسعاً	〃
٤١	عاشراً	〃
٤٢	دیوبندی ڈرامہ	١٠٢
٤٣	فوٹو نمبر ١	١٠٣
٤٤	〃 نمبر ٢	〃
٤٥	〃 نمبر ٣	〃
٤٦	〃 نمبر ٤	١٠٦
٤٧	〃 نمبر ٥	〃
٤٨	〃 نمبر ٦	〃
٤٩	دوسرا ڈرامہ	١٠٩
٥٠	تیسرا ڈرامہ	١١٠
٥١	کافر بنانا	١١٢
٥٢	معافی مانگتے	١١٥
٥٣	تکفیر بند کرو	١٢٥

Marfat.com

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے

[illegible]

کلمۂ حق

فاضل شہیر حضرت مولانا ابو الحکیم [illegible]

شائع کردہ

ادارہ غوثیہ رضویہ [illegible]

ارم پارک مصری شاہ لاہور ۱۰۹

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	حکیم اہلسنت سے بے وفائی	۱	۲۸	رابعاً	۷۷
۲	پیغام	۲	۲۹	خامساً	۷۸
۳	حرفِ آغاز	۳	۳۰	سادساً	"
۴	پہلا راستہ	۳۰	۳۱	سابعاً	۷۹
۵	دوسرا راستہ	۳۸	۳۲	اوّلاً	۸۱
۶	حقیقت تک پہنچنے کا زینہ	۴۳	۳۳	ثانیاً	۸۳
۷	پہلا نکتہ	"	۳۴	ثالثاً	"
۸	دوسرا "	۴۴	۳۵	رابعاً	۹۴
۹	تیسرا "	"	۳۶	خامساً	۹۶
۱۰	چوتھا "	۴۵	۳۷	سادساً	۹۹
۱۱	پانچواں نکتہ	"	۳۸	سابعاً	۱۰۰
۱۲	چھٹا "	۴۶	۳۹	ثامناً	۱۰۱
۱۳	ساتواں "	۴۷	۴۰	تاسعاً	"
۱۴	آٹھواں "	"	۴۱	عاشراً	"
۱۵	نواں "	۴۸	۴۲	دیوبندی ڈرامہ	۱۰۲
۱۶	مکتوب گرامی	"	۴۳	فوٹو نمبر ۱	۱۰۴
۱۷	ترجمہ مکتوب گرامی	۴۹	۴۴	" نمبر ۲	"
۱۸	دسواں نکتہ	۵۳	۴۵	" نمبر ۳	"
۱۹	گیارہواں نکتہ	۵۵	۴۶	" نمبر ۴	۱۰۶
۲۰	بارہواں "	۵۷	۴۷	" نمبر ۵	"
۲۱	تیرہواں "	۶۰	۴۸	" نمبر ۶	"
۲۲	چودہواں "	۶۷	۴۹	دوسرا ڈرامہ	۱۰۹
۲۳	ککھڑوی صاحب کی مزاج پرسی	۷۲	۵۰	تیسرا ڈرامہ	۱۱۰
۲۴	چل میرے خامہ بسم اللہ	۷۴	۵۱	کافر بنانا	۱۱۲
۲۵	اوّلاً	"	۵۲	معافی مانگنے	۱۱۵
۲۶	ثانیاً	"	۵۳	تکفیر بند کرو	۱۲۵
۲۷	ثالثاً	۷۶			

Marfat.com

حکیم اہلِ سنت سے بیوفائی

حکیم اہلِ سنت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی، جنہیں شیخ العرب والعجم قطب مدینہ شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے "حکیم اہلِ سنت" کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ حکیم صاحب موصوف نے "مرکزی مجلس رضا" کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا جس کی اپنے خونِ جگر سے آبیاری کی اور اہلِ سنت کو "انقلاب از کتاب" کا درس دیا اور ہر لحاظ پر علمی، دینی دریں کار کرنے والوں کی راہنمائی کی جیسا کہ آج اشاعتِ کتب کے سلسلے میں جو انقلاب نظر آرہا ہے۔ یہ حکیم صاحب ہی کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ موصوف کے شائع کردہ لٹریچر کے اثرات برصغیر پاک و ہند کے علاوہ تمام مغربی ممالک میں بھی پھیل گئے اور مخالفین اہلِ سنت تو کیا مستشرقین نے بھی آپ کی اس قابلِ قدر خدمت کا اعتراف کیا۔ مگر جولائی ۱۹۹۶ء کے آخر میں حکیم صاحب نے "مجلس رضا" سے لاتعلقی کا اعلان کرکے دردمندانِ اہلِ سنت کو یاس و ناامیدی میں مبتلا کر دیا۔

حکیم صاحب سے قبل کئی "اہلِ حق" نے بھی اسی طرح دل برداشتہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اس افسوسناک صورتِ حال کے پیشِ نظر ہم ایک ایسی کتاب مرتب کرنا چاہتے ہیں جس سے عوام الناس اس کے اسباب و وجوہ جان کر حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

حکیم صاحب کے وہ احباب جو اُن کی بددلی کے اسباب جانتے ہیں۔ وہ حقائق پر مبنی اپنے رشحاتِ قلم ہمیں ارسال فرمائیں۔ جن حضرات کے علم میں حکیم صاحب کی طرح کے دیگر جید پر مظالمِ اہلِ سنت کے واقعات محفوظ ہوں، وہ بھی یہ دل خراش یادیں تحریر کرکے ہمیں بھیجیں تاکہ آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لئے ہماری یہ پیشکش نشانِ راہ ثابت ہو۔ ادارہ شعورِ ...

نوٹ: اہلِ قلم حضرات اپنے مقالات حسب ذیل پتہ پر ارسال کریں۔ مکان نمبر ۴ گلی نمبر ۲۲/B کھرپا رک مصری شاہ لاہور ۳۹

Marfat.com

پیغام

(لاہور کے مردِ قلندر، دانائے اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی کے نام)

۱۔ عشق کی ہے مدح خواں آج تک نہرِ فرات
عشق سے رنگین ہے یہ جہانِ شش جہات

۲۔ عشق تیری لَے میں ہے، عشق تیری نَے میں ہے
عشق ہے تیری دلہن، عشق ہے تیری برات

۳۔ عشق سے ہے زندگی، عشق سے تابندگی
عشق ہے کانِ مراد، عشق ہے جانِ حیات

۴۔ آکے سنواریں ذرا. زلفِ پریشانِ دیں
اس سے ہی قسمت بنے، ہے یہ متاعِ حیات

۵۔ آج تو تنہا نہیں، ساتھ ہیں شاہِ رضا
سحر ہونے کو ہے، دیکھ کہ بھیگی ہے رات

۶۔ سیدِ ہجویری کی تجھ پہ ہے چشمِ کرم
ہند کے سلطان کی ہے نگہِ التفات

۷۔ عظمتِ شاہِ رضا صاحب کی ہے پیشِ نظر
آپ سے راضی ہوئے تاجورِ کائنات

۸۔ کام سے قسمت بنے، کام سے عزت ملے
وہ بھی لگیں کام میں جو کہ بناتے ہیں بات

۹۔ نام سے کچھ بھی نہیں، کام سے بنتا ہے کام
رہزنوں کی چال دیکھ، چھوڑ اُن کی ذات پات

۱۰۔ غیظ میں جلتے ہیں وہ، جھوٹ پہ پلتے ہیں وہ
پہنچے جو پیشِ حرم، دل میں لیے سومنات

۱۱۔ عالمانِ دین بھی، اِک روپے کے تین بھی
ملتے ہیں اس دَور میں جہل کے لات و منات

۱۲۔ سو گئے تھے پیشوا، چھوڑ کر خالی حرم
ان کو جگانا بھی ہے چھیڑ کر سازِ حیات

۱۳۔ عالمِ دیں ہے وہی، عاقبت پہ ہو نظر
ان سے جہاں کا ثبات، ہیں یہی قدسی صفات

۱۴۔ راہروِ راہِ حرم، تیز ترک گام زن
ٹوٹ نہ جائے کہیں، تارِ نفس بے ثبات

۱۵۔ رَن میں نبرد آزما ہو گیا اختر ترا
شاطرانِ دین کے کرنے جو مہرے ہیں مات

اختر شاہجہانپوری مظہری عفی عنہ

لاہور

Marfat.com

حرفِ آغاز

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم: اَمّا بعد:۔

حافظ نعمت علی صاحب زید مجدہٗ نے ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں الصوارم الہندیہ نامی کتاب شائع کی جس کا دیباچہ راقم الحروف سے لکھوایا تھا جو مذکورہ کتاب کے سابقہ ۲۰ صفحات پر مشتمل تھا بعض احباب کا اصرار ہوا کہ ہم اس دیباچے کو علیحدہ کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے استفادہ کر سکیں۔ احقر نے ان حضرات کی خواہش کے پیش نظر مذکورہ دیباچے پر نظر ثانی کر کے بعض مقامات پر ترمیم و اضافے بھی کر دیئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی مناسب نظر آیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء نے) جن عبارتوں کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے ساتھ جن چار علمائے دیوبند کی تکفیر بھی کی تھی ان کی اصل عبارتوں کو ان کے سیاق و سباق سمیت پیش کر دیا جائے۔ اور عام فہم لفظوں میں ان کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا جائے تاکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ مصنفین نے ان عبارتوں میں کیا کہا تھا۔ اختصار کے سبب ہم یہاں ان سے متعلقہ تاویلات کا جائزہ نہیں لیں گے۔ کیونکہ اس کام کے لئے ہماری کتاب کھلا خط مخصوص ہے جو منظر عام پر آنے کے لئے پر تول رہی ہے اِن شَاءَ اللہ تعالیٰ ——— چنانچہ مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا ہے۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر

Marfat.com

تقادم میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔" ؎۱

اگر نانوتوی صاحب کی مخالفت و موافقت اور محبت و نفرت کو بالائے طاق رکھ کر تحذیر الناس کی اس طویل عبارت کو دیکھا جائے تو ہر اردو خوان قاری کے پردۂ ذہن پر اس سے یہ مفہوم و مطالب ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر تیرہ سو برس سے امت

؎۱ محمد قاسم نانوتوی، مولوی، در تحذیر الناس، شائع کردہ ادارہ اسلامیات لاہور ص ۳

محمدیہ کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، یہ عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی صاحب کے نزدیک اہلِ فہم نہیں ہیں۔

۲- نانوتوی صاحب کے نزدیک جو حضرات اہلِ فہم ہیں۔ ان پر روشن ہے کہ کسی نبی کے پہلے یا سب سے بعد میں آنے کے اندر بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۳- اگر حضور کو بلحاظ زمانہ سب سے آخری نبی مانا جائے تو اس صورت میں وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا مقام مدح میں ہونا صحیح قرار نہیں پاتا۔

۴- نانوتوی صاحب کے نزدیک اگر حضور کے بلحاظ زمانہ آخری نبی ہونے کو اوصافِ مدح میں شمار نہ کیا جائے اور اس آیت کو مقامِ مدح قرار نہ دیں تو آپ کا آخری نبی ہونا صحیح ہو سکتا ہے۔

۵- نانوتوی صاحب خود بھی جانتے تھے کہ اہلِ اسلام اس بات کو گوارہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ آخری نبی ماننے میں ان کے نزدیک ایک قباحت تو یہ ہے کہ نعوذ باللہ خدا کی جانب زیادہ گوئی یعنی فضول باتیں بنانے کا وہم ہوتا ہے کیونکہ آخری نبی ہونے کا تو قد و قامت، شکل و رنگ، حسب و نسب اور سکونت وغیرہ کی طرح نبوت تو کیا دیگر فضائل میں بھی کوئی دخل نہیں۔

۶- جب قد و قامت اور شکل و رنگ وغیرہ باتوں کا خدا نے ذکر نہیں کیا جن کا نبوت اور فضائل میں کوئی دخل نہیں تو آخری نبی ہونا بھی ان جیسی ہی بات ہے جس کا نبوت اور فضائل میں کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اس آیت میں موصوف کے نزدیک خدا نے آپ کے آخری نبی ہونے کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

۷- نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ماننے سے حضور کی شان گھٹ جانے کا احتمال ہے کیونکہ اہلِ کمالات کے کمالات بیان کیے جاتے ہیں اور کمالات سے محروم لوگوں کے متعلق ایسی ویسی باتیں کہی جاتی ہیں۔ چونکہ آخری نبی ہونا موصوف کے نزدیک کمال کی بات نہیں بلکہ محض ایسی ویسی بات ہے لہٰذا اس آیت میں

Marfat.com

خدا نے آپ کے آخری نبی ہونے کے متعلق نہیں کہا ہوگا۔

۸۔ ہاں یہ احتمال کہ یہ آخری دین ہے اس لیے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا اس آیت میں سدِّباب کیا ہو جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے تو بات کسی حد تک نانوتوی صاحب کے نزدیک قابلِ لحاظ ہو سکتی تھی لیکن ان کے نزدیک یہ بات بھی نہیں کیونکہ اگر یہ بات اس آیت میں ہوتی تو جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کوئی تناسب نہیں رہتا اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے پر عطف نہیں ہو سکتے تھے اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ یہ بے ربطی ہے جبکہ خدا کے کلام معجز نظام میں ایسی بے ارتباطی متصور نہیں اور ایسا مذکورہ سدباب کے باعث لازم آرہا ہے لہٰذا اس آیت کے متعلق موصوف یہ نہیں مان سکتے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سدباب کیا ہو۔

۹۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ سدباب منظور ہوتا تو نانوتوی صاحب کے نزدیک قرآن کریم میں اور بیسیوں موقع تھے لیکن وہاں اس بات کا سدباب نہیں کیا جبکہ اس آیت میں تو موصوف کے نزدیک مذکورہ سدباب کا موقع ہی نہیں تھا۔

۱۰۔ اب موصوف دلی راز ظاہر کرتے ہیں کہ خاتمیت کی بنیاد ہی دراصل اور بات پر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں بھی نہ آئی اور خواہ مخواہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے اپنے خاتم ہونے کا مفہوم سمجھاتے رہے اور کبھی اپنے آپ کو قصرِ نبوت کی آخری اینٹ بتاتے رہے۔ اسی خاتمیت پر خواہ مخواہ صحابۂ کرام اجماع کر بیٹھے اور اسی کو خواہ مخواہ امتِ محمدیہ نے اپنا عقیدہ بنائے رکھا۔ اسے ضروریاتِ دین سے ٹھہرا لیا اور اس کے منکر بلکہ اس کے معنی میں تاویل کرنے والے کو بھی کافر و مرتد قرار دیتے رہے۔ چونکہ یہ سارے ہی نانوتوی صاحب کے نزدیک عوام تھے اور اہلِ فہم نہیں تھے اسی لیے وہ اصلی خاتمیت کو معلوم ہی نہ کر سکے۔ انہیں تو اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ خاتمیت

Marfat.com

کی بنیاد کس بات پر ہے۔ تیرہ ۱۳ صدیاں گزرنے پردہ اصلی خاتمیت نانوتوی صاحب کو معلوم ہوئی ہے۔ جس سے تاخر زمانی اور مذکورہ سدِ باب خود ہی لازم آجائے گا اور خدا سے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت دوبالا نہ ہو سکی لیکن نانوتوی صاحب اصلی خاتمیت سے سرفراز کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت کو دوبالا کرکے چھوڑیں گے۔

حضرات گرامی! یہ ہیں نانوتوی صاحب کی مذکورہ طویل عبارت کے مضمرات۔ یہ ہے اللہ اور اس کے آخری رسول اور تیرہ ۱۳ سو سالہ امتِ محمدیہ یعنی صحابۂ کرام، تابعین عظام، آئمہ مجتہدین، اولیائے عارفین اور علمائے کاملین کے خلاف موصوف کی محاذ آرائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ زمانہ آخری نبی ماننے والے عوام ہیں، اہلِ فہم نہیں ہیں۔ آخری نبی ہونے میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔ آخری نبی ماننے سے وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا مقامِ مدح میں فرمایا جانا صحیح نہیں ہو سکتا اور اس آیت کو مقام مدح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حضور کو آخری نبی ماننے سے خدا کی زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ آخری نبی ہونے کو نبوت تو کیا دیگر فضائل میں بھی دخل نہیں اس سے موصوف کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹ جانے کا احتمال ہے۔ اگر حضور کو آخری نبی مانا جائے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک آپ کو کمالات سے خالی اور ایسے ویسے لوگوں میں ماننا لازم آتا ہے۔ مذکورہ آیت میں اگر جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سدِ باب مانا جاتے تو اس کا موصوف کے نزدیک اس آیت میں موقع نہیں تھا اور ایسا ماننے سے قرآنِ مجید کو بے ربط کتاب ماننا لازم آتا ہے۔ اگر مذکورہ سدِ باب ہی منظور ہوتا تو قرآن کریم میں اس کے دیگر بیسیوں مواقع تھے لیکن خدا نے وہاں اس باب کا سدِ باب نہیں کیا نانوتوی صاحب سے پہلے کسی کو بناءِ خاتمیت معلوم نہیں ہو سکی تھی اور سب اندھیرے میں تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ اب تیرہ ۱۳ صدیوں کے بعد موصوف ہی کو بناءِ خاتمیت معلوم ہوئی جس سے تاخر زمانی اور مذکورہ سدِ باب خود بخود لازم آجاتا ہے۔ خدا سے تو حضور کی افضلیت دوبالا نہ کی جا سکی لیکن نانوتوی صاحب نے حضور کو

Marfat.com

ایسی خاتمیت سے سرفراز کر دیا ہے۔ جس کے باعث اب افضلیت نبوی دوبالا ہو جائے گی ——— نانوتوی صاحب نے اس کے بعد یوں لکھا ہے:

" موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔" ؏۱

" سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔" ؏۲

ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت و نبوت کو بالذات اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت کو بالعرض قرار دیا ہے۔ موصوف نے دعویٰ نبوت کے لئے چور دروازہ بنایا۔ تحذیر الناس کتاب ۱۲۹۰ھ میں منظر عام پر آئی۔ پورے ملک میں شور و غل ہوا کیونکہ متحدہ ہندوستان سنیوں حنفیوں سے بھرا ہوا تھا اور تیرہ ۱۳ صدیاں گزرنے والی تھیں کہ پہلی دفعہ یہ غیر اسلامی آواز اور نئی خاتمیت سننے میں آئی۔ علمائے کرام رد و تردید میں خوب سرگرمی دکھا رہے تھے۔ عقیدۂ خاتمیت کا پوری جرأت سے دفاع کر رہے تھے کہ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء میں مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب نبوت کا دعوے کیے بغیر یہ کہتے ہوئے راہیٔ ملکِ عدم ہو گئے:۔

؎ قسمت تو دیکھئے کہاں پہ ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

؏۱ محمد قاسم نانوتوی، مولوی: تحذیر الناس مذکورہ، ص ۴

؏۲ ایضاً ص ۴

Marfat.com

ب برٹش گورنمنٹ کو ایسے ہی دوسرے جرآت مند کی ضرورت محسوس ہوئی تو مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳۲۶ھ المتوفی ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) مل گئے۔ انہوں نے ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۱ء) سے اپنا کام شروع کر دیا۔ نانوتوی صاحب والے چور دروازے سے پورا فائدہ اٹھایا لیکن اس کے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی کہ بالذات اور بالعرض کی جگہ اصلی اور ظلی بروزی کی اصطلاح استعمال کرنے لگے۔ خاتمیت مرتبی و زمانی کی جگہ تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی اصطلاح آگئی یعنی نانوتوی صاحب کی رُوح سے معذرت کے ساتھ ——

خیر یہ بات تو برسبیلِ تذکرہ نوکِ قلم پر آگئی۔ آگے نانوتوی صاحب نے خاتمیت کے متعلق یوں لکھا ہے :-

"اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیالِ ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے۔ سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی۔ یہ تین نوعیں ہیں، باقی مفہوم تقدم و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس" [1]

اس عبارت میں موصوف نے دعویٰ نبوت کی خاطر چور دروازہ بناتے ہوئے خاتمیت کی اپنی طرف سے تین قسمیں گھڑ لیں تاکہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور قصرِ نبوت کی آخری اینٹ والی خاتمیت زمانی کو غتربود کر دیں اور اس پر جو لوگوں کا عقیدہ ہے اُسے ہٹا سکیں۔ چنانچہ اسی مقصد کی خاطر وہ اسی عبارت سے پہلے متصلاً یوں لکھ چکے ہیں :-

"اگر بطورِ اطلاق یا عمومِ مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا پر ایک مراد ہو تو شایانِ شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔" [2]

اس عبارت میں موصوف نے صاف صاف بتا دیا کہ بطورِ اطلاق یا عمومِ مجاز تو دونوں طرح کی خاتمیت مراد لی جا سکتی ہے لیکن ایک ہی خاتمیت اگر مراد ہو تو شایان

[3] محمد شفیع، مفتی: ختمِ نبوت کامل، اشاعت چہارم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۶

[1] : محمد قاسم نانوتوی، مولوی: تحذیر الناس مذکورہ، ص ۹

[2] " " " "

Marfat.com

شانِ محمدی وہی خاتمیت ہے جو نانوتوی صاحب نے تیرہ صدیاں گذرنے پر گھڑی ہے اور جو خاتمیت اللہ اور اس کے رسول نے بتائی، صحابۂ کرام نے بھی اور سمجھائی، تیرہ سو سال سے امتِ محمدیہ نے اپنے دلوں اور دماغوں کی زینت بنائی۔ وہ موصوف کے نزدیک شایانِ شانِ محمدی نہیں ہے ——— آگے نانوتوی صاحب اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی کا یہ فائدہ بتاتے ہیں۔

باندیشۂ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور، اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا، اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔ اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصفِ نبوت میں آپ کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" ؎۱

اللہ تعالےٰ نے جو اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنایا یعنی خاتمیت زمانی سے سرفراز فرمایا ہے اس کے مقابلے پر نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی کا بہتر اور مفید ہونا دکھایا ہے کہ میری گھڑی ہوئی خاتمیت مرتبی میں یہ فائدہ ہے کہ اس کی رُو سے تمام انبیاء کا سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوگا۔ خواہ وہ حضور سے پہلے نبی ہوں یا آپ کے زمانے میں کسی جگہ زمین و آسمان میں موجود ہوں یا بالفرض کچھ انبیاء آپ کے

؎۱ محمد قاسم نانوتوی، مولوی: تحذیر الناس مذکورہ، ص ۱۵

Marfat.com

بعد پیدا ہو جائیں۔ اب نانوتوی صاحب مسلمانوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ اگر خاتمیت کا مطلب اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کو چھوڑ کر میری تجویز کے مطابق مان لیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ حضور گذشتہ انبیاء کے خاتم ہی نہیں رہیں گے۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کسی جگہ کوئی اور نبی ہو تب بھی حضور کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ جبکہ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کو ماننے میں یہ فائدہ نہیں ہے ——— موصوف نے آگے لکھا ہے:۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔"[۱]

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت کی تین وجہ سے برتری دکھائی ہے یا اس کے اندر تین فائدے ایسے بتاتے ہیں۔ جو اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی میں نہیں ہیں یعنی:۔

۱۔ اگر نانوتوی صاحب کا بتایا ہوا خاتمیت کا مفہوم مان لیا جائے کہ حضور موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور دیگر انبیائے کرام موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اس کا پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ انبیائے کرام کے افراد مقصود بالخلق میں سے کسی کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مماثل نہیں کہا جا سکے گا۔

۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ انبیائے کرام کے افراد خارجی پر ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ

[۱] محمد قاسم نانوتوی، مولوی:۔ تحذیر الناس مذکورہ، ص ۳۲

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت انبیائے کرام کے افرادِ مقدرہ پر بھی ثابت ہو جائے گی ۔

۳- تیسرا فائدہ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کو چھوڑ کر نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو ماننے کا یہ ہو گا کہ بالفرض حضورؐ کے زمانے کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور کسی اور زمین یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کر لیا جائے تو نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو ماننے کے سبب اُس معاصر کے باعث بھی خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا ۔۔۔ نانوتوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے ۔

" بایں ہمہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعتِ مراتب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ یہانتک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور چھ حصے عظمت کم ہو جائے " ؂۱

" اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بر ترتیب فوق و تحت نہ مانئے تو پھر عظمت و شان محمدی بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو در صورت تسلیم ارضی ہفت گانہ بطور مذکور لازم آتی تھی چھ گنی کم ہو جائے گی ۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو کہ اس کی عظمت کے چھ حصے گھٹا دیئے ، فقط ایک ہی پر قناعت کی ۔" ؂۲

نانوتوی صاحب سے ان کے رشتہ دار مولوی محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء) نے درمنثور میں مذکور ایک اثر ابن عباس کے بارے میں سوال کیا تھا ۔ موصوف نے اثر مذکورہ کو اپنی دلیل بنایا اور دعوٰی نبوت کے لئے چور دروازہ بنانے کی غرض سے تحذیر الناس کتاب لکھی جسکی پورے متحدہ ہندوستان میں سے کسی ایک عالم نے بھی کل تائید نہیں کی تھی کیونکہ اکابر امت نے اُس اثر کو شاذ کہتے ہوئے رد کیا اور عقیدۂ خاتمیت کے خلاف ٹھہرایا تھا جیساکہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۲۹ ، ۳۰ پر نانوتوی صاحب نے خود بھی اعتراف کیا ہے ۔ موصوف نے اثر مذکورہ کے تحت سات زمینیں الگ الگ ٹھہرائیں اور ہر زمین میں

؂۱ محمد قاسم نانوتوی ، مولوی :۔ تحذیر الناس مذکورہ ص ۱۷

؂۲ ایضاً ، ص ۲۹

Marfat.com

ایک ایک آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور محمد علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ٹھہرے۔ یوں شش مثل کا فتنہ پھر جگایا۔ گویا خود حضور کے زمانے میں آپ کے ہمنام چھ نبی باقی زمینوں میں موجود تھے اور اوپر کی زمین والے کو ان سب کا حاکم ٹھہرایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنی اپنی زمین کے خاتم اور حضور ان سب کے بھی خاتم حالانکہ اکابر امت نے اس بات کو کفر ٹھہرایا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے کو عقیدہ خاتمیت کا انکار قرار دیا ہے جیسا کہ دیوبندیوں کے مفتیٔ اعظم پاکستان مولوی محمد شفیع صاحب (المتوفی ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) نے اپنی کتاب ختم نبوت کامل میں روایات کی اس بارے میں متعدد عبارتیں نقل کی ہیں۔ نانوتوی صاحب نے اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت پر اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت کی برتری دکھاتے ہوئے مذکورہ دونوں عبارتوں کے اندر یہ کہا ہے:۔

۱۔ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کو یہ برتری ہے کہ باقی چھ زمینوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مثل اور ماننے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ چھ گناہ اور بلند ہو جاتا ہے۔

۲۔ اگر باقی چھ زمینوں میں آپ کے چھ مثل اور نہ مانے جائیں تو اس صورت میں نانوتوی صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے صرف ایک حصہ باقی رہ جائے گا اور چھ حصے عظمت و رفعت کم ہو جائیگی۔

۳۔ وہ شخص نادان ہیں جو اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مطابق حضور کو ایک ہی ملک کا بادشاہ بنائے رکھنے پر قناعت کئے ہوئے ہیں اور آپ کی چھ گناہ شان گھٹا رہے ہیں۔

۴۔ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کو چھوڑ کر موصوف کی بتائی ہوئی خاتمیت کو ماننے کا نانوتوی صاحب کے نزدیک یہ فائدہ ہے کہ اس کے ماننے سے حضور کی شان چھ گنا اور بڑھ جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بڑھائی نہیں جا سکی تھی۔

نانوتوی صاحب نے اپنی اس گھڑنت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہوا ہے:۔

ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں نہ کسی کو بوجہ

Marfat.com

انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباطات کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے، احتمال خطا باقی رہتا ہے۔ البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو بحکم تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے۔ جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع منعقد ہوا ہے[1]

اب اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی کے بارے میں بھی نانوتوی صاحب کی تصریح ملاحظہ ہو:۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی او کما قال: جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو کہ الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔"[2]

ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی صاحب نے اپنی گھڑی ہوئی خاتمیت اور اللہ و رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کی شرعی حیثیت اپنے لفظوں میں بیان کی ہے اور دونوں کے ماننے اور نہ ماننے کا شرعی حکم بھی لکھ دیا۔ ان عبارتوں کے بعض نکات یہ ہیں۔

۱۔ نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔

۲۔ بایں وجہ اس پر عقیدہ رکھنے کی کسی کو تکلیف نہیں دی جا سکتی۔

---

[1] محمد قاسم نانوتوی، مولوی:۔ تحذیر الناس مذکورہ، ص ۲۹

[2] ایضاً ص ۱۰، ۱۱

Marfat.com

۳۔ موصوف کی گھڑی ہوئی خاتمیت کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

۴۔ نانوتوی صاحب کی گھڑی ہوئی خاتمیت پر یقین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسے استنباط میں خطا کا احتمال باقی رہتا ہے۔

۵۔ موصوف نے جو خاتمیت گھڑی اسکی قرآن مجید اور کسی متواتر حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے

۶۔ نانوتوی صاحب نے اس خاتمیت کی عمارت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ایک اثر کی بنیاد پر تعمیر کی ہے جس کو اکابر امت نے شاذ بتایا اور عقیدۂ خاتمیت کے خلاف ٹھہرا کر رد کیا ہوا تھا۔

۷۔ نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی مذکورہ اثر درجۂ تواتر کو نہیں پہنچا اور امتِ محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد نہیں ہوا، بلکہ یہ امت مرحومہ کا رد کیا ہوا اثر ہے۔

۸۔ نانوتوی صاحب پورا زور لگاتے رہے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو ماننے سے خاتمیت زمانی خود بخود لازم آجائے گی حالانکہ موصوف کی یہ سینہ زوری اور عوام الناس کو دھوکا دینا ہے کیونکہ خاتمیت مرتبی کے ماننے سے تو خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے۔

۹۔ اللہ اور رسول کی بنائی ہوئی خاتمیت زمانی کا مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔

۱۰۔ خاتمیت زمانی پر امت محمدیہ کا اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے۔

۱۱۔ خاتمیت زمانی کا منکر رکعاتِ نماز کے منکر کی طرح کافر ہے۔

جب نانوتوی صاحب بھی خود مانتے تھے کہ خاتمیت زمانی کا منکر کافر ہے تو انہوں نے جان بوجھ کر اس کے خلاف دوسری خاتمیت کیوں گھڑی اور کیوں کفر و ارتداد کا ارتکاب کیا؟ اس سوال کا جواب موصوف نے اس عبارت میں دیا ہوا ہے:۔

" باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانتے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط ازراہِ بے ادبی نہیں مانا کرتے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء یقیس

Marfat.com

علیٰ نفسہ۔ اپنا یہ وطیرہ نہیں۔ نقصانِ شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاطی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا؟ اور کسی طفلِ نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا؟

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں

بغلط بر ہدف زند تیرے "۱۶؎

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے پر نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امتِ محمدیہ کی مخالفت کرکے، کفر و ارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کردی ہے۔ چند نکات ملاحظہ فرمایئے:۔

۱۔ اگر کوئی نانوتوی صاحب سے یہ کہتا کہ آپ نے اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی صحابہ کرام کی سمجھی اور سمجھائی ہوئی اجماعی خاتمیت کو رد کرکے اس کے بالمقابل اپنی طرف سے جو خاتمیت گھڑی ہے تو ایسا کرنے کے باعث ان سارے بڑوں کی تحقیر لازم آئے گی تو موصوف نے جواب دے دیا ہے کہ بڑوں کی تحقیر تب ہوتی ہے جب کوئی ان کی بات کو بے ادبی سے نہ مانے جبکہ میں نے تو ان کی بتائی ہوئی خاتمیت کو بڑے ادب و احترام سے ٹھکرایا اور رد کیا ہے لہٰذا ان کی تحقیر کب لازم آئی؟

۲۔ نانوتوی صاحب بتا رہے ہیں کہ میں بڑوں کی بے ادبی نہیں کر رہا ہوں بلکہ خاتمیت کے معنی میں سارے ہی بڑوں سے بھول چوک اور خطا و نسیان کا وقوع ہوگیا تھا۔

۳۔ بڑوں سے خاتمیت کے معنی میں یہ غلطی بایں وجہ واقع ہوئی کہ انہوں نے خاتمیت کے معنی کی طرف پوری توجہ نہیں فرمائی تھی۔

۴۔ خاتمیت کے معنی کی طرف پوری توجہ نہ کرنے کے باعث بڑوں کا ذہن اس کے حقیقی مفہوم تک نہ پہنچ سکا اور ان میں سے کوئی ایک بھی ٹھکانے کی بات نہ کہہ سکا۔

۵۔ تیرہ۱۳ صدیاں گزرنے پر برٹش گورنمنٹ کی نگاہِ عنایت سے ٹھکانے کی بات آج

۱۶؎ محمد قاسم نانوتوی، مولوی: تحذیر الناس مذکورہ، ص ۲۳

Marfat.com

ایک طفل نادان نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں کہہ دی ہے۔ جیسا کہ حسن اتفاق سے کبھی کسی طفلِ نادان کا تیر بھی نشانے پر جا لگتا ہے اور اتنی بات سے وہ عظیم الشان نہیں ہو جاتا ـــــــ افسوس!

؎ کیا خبر تھی کہ لیکر چراغ مصطفوی ÷ جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کا ایک مہری دستخطی فتوے میرٹھ سے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا جس کے اندر وقوع کذب کے قائل کی موصوف نے حمایت کی تھی۔ اس فتوای کی نقل ردِ شہاب ثاقب کے صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۹ پر موجود ہے۔ مولانا شاہ محمد اجمل مفتیٔ سنبھل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء) نے اس فتوے کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:۔

"ہم عدم تکفیر والا فتوای پیش کر رہے ہیں یہ ۱۳۰۸ھ کا ہے جو ماہ ربیع الاخر میں میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تو اس پر ہر طرف سے اعتراضات ہوئے اور اس کے رد میں ایک رسالہ صیانۃ الناس لکھا گیا جو مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں طبع ہوا۔ پھر یہی فتوای ۱۳۱۸ھ میں مع ردِ بلیغ کے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں یہی فتوای مع قاہر رد کے پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا۔" ۵۱

موصوف نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کو جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ بالکل صحیح فرمایا۔ گنگوہی جی کا اسی مضمون کا فتوی مہری دستخطی اعلیٰ حضرت کے پاس موجود تھا۔ اس کے فوٹو آج بکثرت علماء کے پاس موجود ہیں۔ یہ فتوای گنگوہی جی کے سامنے سے طبع ہو رہا ہے۔ ملک میں برابر شور مچا ہوا ہے۔ گنگوہی جی نے اپنی حیات میں اس فتوے سے انکار نہیں کیا۔ اس فتوے کا فوٹو میرے پاس بھی موجود ہے۔" ۵۲

---

۵۱ ش، محمد اجمل، مفتی: ردِ شہاب ثاقب، مطبوعہ کراچی، ص ۲۹۳

۵۲ ایضاً: ص ۲۸۵

Marfat.com

گنگوہی صاحب کے مذکورہ مہری دستخطی فتوے کے چند جملے یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہو جائے کہ کیا باتیں گنگوہی صاحب کی طرف منسوب ہو رہی تھیں، اس کے باوجود وہ ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۲۳ھ تک پندرہ سالوں میں بولے کیوں نہیں؟ کیوں اقرار یا انکار نہیں کیا؟ منہ پر سکوت کی مہر کیوں لگائے رکھی؟ خیر جملے ملاحظہ ہوں:۔

الجواب:۔ اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی ہے مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ خلف وعید کو جماعت کثیرہ علماء سلف کی قبول کرتی ہے .... علاوہ اس کے مجوزین خلف وعید خلف وقوع کے بھی قائل ہیں .... کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے .... لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو۔ پس بناءً علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیئے کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے .... لہٰذا اس ثالث کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیئے"۔ ؂۱

گنگوہی صاحب کے مذکورہ فتوٰی کے بارے میں چودھویں صدی کے مجدد برحق، ماضی قریب میں سرمایۂ ملت کے عدیم المثال نگہبان امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے یوں وضاحت فرمائی ہے:۔

وہ فتوٰی جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی ... تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لیے گئے جن میں سے ایک فوٹو علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا۔ سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔ یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوٰی اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا۔ پھر ۱۳۱۸ھ میں

؂۱ شاہ محمد اجمل، مفتی:۔ ردّ شہاب ثاقب، مطبوعہ کراچی، ص ۲۸۶، ۲۸۷

Marfat.com

یع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور مفصل رد چھپا۔ پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد سے گزر حنی ہی ساتحفہ حنفیہ
ں کا اور قاہر رد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم
ت ساکت رہا۔ نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا
کار کر دینا سہل تھا۔ نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتارہے ہیں، بلکہ
مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید کے
کا ایک مہری فتویٰ اسکی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً
ناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اُس کی اشاعت ہوتی رہے۔ لوگ اس کا رد چھاپا کریں۔
ہو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں۔ زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے
ے اور اس فتویٰ کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے
ہے۔ یہاں تک کہ دم نکل جائے۔ کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے
ے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا اور ان میں سے جو زندہ ہیں آج کے دم تک
اکت ہیں۔" ؎۱

گنگوہی صاحب کا مذکورہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں چھپا اور ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب
یٔ ملکِ عدم ہوئے۔ جہاں آخری دم تک متواتر گنگوہی صاحب خاموش رہے در
ں فتویٰ سے کے متعلق ایک لفظ تک نہ کہا وہاں جملہ معتقدین و متوسلین بھی خاموش اور خود فراموش
ہے۔ پندرہ سال بعد جب گنگوہی صاحب شہر خموشاں کے مکیں ہو گئے تو موصوف کے
معتقدین، دیوبندی مناظرین کی زبانیں کھل گئیں اور شور مچانا شروع کر دیا کہ وہ فتویٰ
مارے عالی جناب گنگوہی صاحب کا نہیں ہے، وہ جھوٹی نسبت ہے۔ وہ ہمارے
جا و ماویٰ اور قبلہ و کعبہ پہ بہتان ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۴۔ مولوی خلیل احمد انبٹھوی صاحب (المتوفی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء) نے مولانا
بد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء) کی کتاب انوار ساطعہ

؎۱ احمد رضا خاں، امام و مجدد، حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸، ۳۹

Marfat.com

اول کا جواب براہینِ قاطعہ کے نام سے لکھا۔ انبٹھوی صاحب نے علم وسعت زمین پر
ے کرتے ہوئے لکھا ہے :-

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم کی وسعت علم کی
ی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" علہ

انبٹھوی صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصر سی ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک،
ہز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے، جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے
ند ہی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے اس قدر عاری ہو کر خدائے
کمال کے سب سے باکمال محبوب کی یوں کھل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا
نہیں شرماتے، آتشِ جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے
آمین۔ اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔

۱. شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

۲. شیطان و ملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود
ہیں۔

۳. ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کر حضور کو
یہ علم حاصل ہے۔

۴. اس علم کا حضور کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

۵. جب حضور کے لیے اس علم کا ثابت کرنا شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لیے
شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ انبٹھوی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کو اپنی
خدائی میں شامل کر رکھا ہے۔

۶. جب اس علم کا حضور کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لیے بھی
ثابت کیا جائے، شرک ہی رہے گا۔ لہٰذا شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت
کر کے قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

علہ خلیل احمد انبٹھوی، مولوی براہین قاطعہ، مطبوعہ بلالی پرنٹنگ پریس دیوبند، ص ۵۵

Marfat.com

۷. جب اُسے شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لیے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا کی صفتِ خاصہ نہیں ہے۔

۸. دریں حالات حضور کے لیے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر انبیٹھوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کی ہے۔

۹. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں سے آنکھیں بند کر کے لکھ دینا کہ فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے ؟ یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ البارک کے موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

۱۰. معلوم نہیں ایسا عقیدہ رکھنے کے باوجود علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم علم الاولین والآخرین کس مصلحت کے تحت لکھ دیا کرتے ہیں۔

انبیٹھوی صاحب نے اس عبارت سے چند سطر پہلے دین و دیانت کا دامن چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلبیس سے کام لیتے ہوئے یہ مغالطے بھی دیئے ہیں :

" ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعتِ علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام اُمت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جاوے تو کب قابل التفات ہوگا۔ دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا۔

Marfat.com

خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" لہ

موصوف نے اس عقیدے کے خلاف قرآن وحدیث ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے قرآن و حدیث سے ایسے دو ثبوت پیش کیے جن پر شیطان بھی عش عش کرتا ہوگا۔ انبیٹھوی صاحب نے چند سطر بعد کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا ہے:۔

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے:" لہ

ملک الموت کے علم پر مزید بحث کرتے ہوئے موصوف نے یہ بھی لکھا ہے:۔

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔ لہ۲

موصوف نے اولیاء اللہ کے لیے اس علم کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قلبی غیظ کا اظہار کیا ہے:۔

"ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضورِ علم حاصل ہوگیا۔ اگر اپنے فخرِ عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے، کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے:" لہ۳

دیوبندیو! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہوگا۔ لہٰذا محشر کی تپتی ہوئی زمین پر یہ جواب دینے کے لیے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورثِ اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا۔ ملک الموت کے لیے تسلیم کر لیا۔ ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ یعنی بارگاہ مصطفوی کے غلاموں کے لیے تسلیم کر لیا،

لہ خلیل احمد انبیٹھوی۔ مولوی: براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۵

لہ۱ خلیل احمد انبیٹھوی۔ مولوی: براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۵

لہ۲ ایضاً ص ۵۶

لہ۳ ایضاً ص ۵۶

59822

Marfat.com

وہ آپ لوگوں کے نزدیک اگر خدا نے کسی کو عطا نہیں کیا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اہل ایمان اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہی علم ثابت کریں جو اُن کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے اور شرک بھی ایسا جس میں ایمان کا کوئی حصّہ نہیں۔ وائے غربت اسلام! محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اس ستم ظریفی کی فریاد کس سے کریں جبکہ :۔

راہزن حضر راہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے حفظ الایمان کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی جو ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی، جس سال کو غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا کھل کر دعویٰ کیا تھا۔ تھانوی صاحب سے کسی نے لبعد سوال کیے تھے جن میں سے ایک سوال لفظ عالم الغیب سے متعلق بھی تھا۔ مستفتی نے سوال کے آخر میں لکھا تھا۔ "زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے"؟ [1]

تھانوی صاحب نے لفظ عالم الغیب سے متعلق زید کے استدلال پر بحث کی اور عقیدہ و عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ایسے گستاخانہ اور کفریہ الفاظ بارگاہ رسالت میں جاری کیے کہ دین و دیانت اور شرافت و غیرت سب اپنا سر پیٹ کر رہ گئے۔ موصوف نے لکھا ہے

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام

---

[1] اشرف علی تھانوی، مولوی: حفظ الایمان، مطبوعہ نامی پریس لاہور، ص ۴

Marfat.com

نہ کیا جاوے تو نبی و غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔" ؎۱

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جو باتیں قاری کے پردۂ ذہن پر آتی ہیں انھیں آسان اور سیدھے سادے لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ زید جب علم غیب کے حصول کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اس سے زید کی مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔

۲۔ یہاں تھانوی صاحب نے علمِ غیب کی صرف دو قسمیں کی ہیں یعنی بعض غیب اور کل غیب آگے موصوف نے دونوں کے بارے میں اپنے فیصلے بیان کئے ہیں۔

۳۔ اگر زید اس وجہ سے لفظ عالم الغیب کا آپ کی ذاتِ مقدسہ پر اطلاق کرتا ہے کہ حضور کو تمام علوم غیبیہ حاصل تھے، یہاں تک کہ ان کی ایک فرد بھی خارج نہیں رہی تھی تو موصوف نے لکھا کہ اس کا بطلان دلیل عقلی، نقلی سے ثابت ہے۔

۴۔ اب رہ گئی صرف دوسری قسم یعنی بعض علم غیب۔ تو زید اگر بعض علوم غیبیہ کی بنا پر حضور کی ذات مقدسہ پر اس لفظ کا اطلاق کرتا ہے تو اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۵۔ حضور کو اگر بعض علوم غیبیہ معلوم ہیں تو ایسے بعض علوم غیبیہ تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہیں۔

۶۔ اگر بعض علوم غیبیہ کے حصول کی بنا پر حضور کو عالم الغیب کہا جائے تو چاہیئے کہ مذکورہ تمام چیزوں کو عالم الغیب کہا جائے۔

۷۔ اگر زید اس بات کا التزام کرلے کہ اچھا میں ان سب کو بھی عالم الغیب کہا کروں گا تو پھر بتایا جائے کہ علم غیب کو کمالات نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

۸۔ یہ ہے تھانوی صاحب کا منصبِ نبوت کی تحقیر و تذلیل کرنا کہ زید و عمرو وغیرہ کا ایک آدھ بات کو جان لینا اور انبیائے کرام کا بطور معجزات کے علوم غیبیہ سے مشرف کیا جانا موصوف

؎۱ اشرف علی تھانوی، مولوی: حفظ الایمان مذکورہ، ص ۱۶

Marfat.com

کو ایک بھیسا نظر آیا اور پوچھنے بیٹھ گئے کہ اسے کمالات نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ کاش موصوف کے دل کی آنکھیں بند نہ ہو گئی ہوتیں اور انہیں قرآن مجید میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۳ : ۱۷۹) اور عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (۷۲ : ۲۶-۲۷) کے الفاظ نظر آجاتے تو یہ پوچھنے نہ بیٹھتے کہ علمِ غیب کو کمالاتِ نبویہ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔

۹۔ تھانوی صاحب کے نزدیک علم غیب سے تو کسی عام آدمی کو بھی خصوصیت حاصل نہیں ہوتی لہٰذا علومِ غیبیہ کو نبی کے کمالات میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۔ اگر زید مذکورہ تمام چیزوں کو عالم الغیب کہنے کا التزام نہ کرے اور حضور کو کہے تو وہ اس فرق کی وجہ بتائے جبکہ علم غیب کے باعث تھانوی صاحب کے نزدیک نبی اور غیر نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ ہے تھانوی صاحب کی وہ عبارت جو ۱۳۱۹ھ میں حفظ الایمان کتاب کے اندر منظرِ عام پر آئی۔ اس کفریہ عبارت کے بعد تھانوی صاحب تینتالیس سال دنیا میں بقیدِ حیات رہے اور ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء میں ملک عدم کی جانب سدھارے لیکن اتنی مدت میں نہ کفر و ارتداد سے توبہ کی اور نہ اپنی اس عبارت کو گھر میں بیٹھ کر یا میدانِ مناظرہ میں آکر اسلامی ثابت کر سکے۔ دیوبندی حضرات نے تو انہیں اپنا بقیۃ السلف اور عمدۃ الخلف ٹھہراتے ہوئے حکیم الامت اور مجدد دین و ملت بنا لیا تھا بلکہ جامع المجددین تک قرار دے لیا کہ ان میں سابقہ تمام مجددین کی خوبیاں جمع ہیں لیکن یہ سراسر خلافِ واقعہ اور محض زبانی خرچ ہے کیونکہ بیچارے تھانوی صاحب تو حق و صداقت کے ایسے دشمن اور کفر و ارتداد کے عاشق تھے کہ بینتالیس سالوں میں نہ اپنے سر سے کفر کا وبال اتارا اور نہ اپنے تینوں اکابر کے کفریات کے بارے میں زبان و قلم کو حرکت دینے کی ضرورت محسوس کی کیونکہ ان کفریہ عبارتوں میں کسی اسلامی معنی کی رمق بھی نہیں ہے۔

احقر نے اُن چاروں حضرات کی وہ کفریہ عبارتیں سیاق و سباق سمیت پیش کر دیں اور ان سے متعلقہ بعض دیگر عبارتیں پیش کر کے مصنفین کے مفہوم کی مزید وضاحت کر دی۔ محبت و نفرت سے بالاتر ہو کر اُن عبارتوں کا جو مطلب ایک عام قاری کے ذہن میں آ سکتا ہے وہ آسان لفظوں

Marfat.com

میں نمبروار پیش کر دیا ہے۔ فریقین کے علماء نے ان کی تائید و تردید میں جو بحثیں کیں اور دلائل پیش کیے، ان سطور میں طوالت سے بچنے کی خاطر انہیں نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ طرفین نے آج تک جو ان عبارتوں کی تائید و تردید میں کہا ہے اس کو ہم نے اپنی کتاب کھلا خط میں سمیٹ رکھا ہے جو منظر عام پر آنے والی ہے اِنْ شَاءَ اللّٰہ تعالیٰ۔ احقر نے یہ محنت محض اس لیے کی ہے کہ جو حضرات مغالطے میں ہوں شاید اُن میں سے کسی کو ہدایت ہو جائے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۰ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۰ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

گدائے درِ اولیاء عبدالحکیم خاں اختر
مجددی مظہری شاہجہان پوری
لاہور

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ
مطابق ۹ دسمبر ۱۹۸۶ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

انگریزوں نے سونے کی چڑیا دیکھ کر اپنے بھوکے ملک سے افلاس دور کرنے کی خاطر متحدہ ہندوستان کے خوشحال ترین صوبہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی جب تجارت کے پردے میں یہاں خوب پاؤں جم گئے تو ملک پر للچائی ہوئی نگاہیں ڈالنے لگے۔ حصولِ مقصد کی خاطر جوڑ توڑ کا جال بچھانا شروع کیا اور اپنی عیاری سے بنگال پر قابض ہو گئے دیسی غداروں اور زر خرید کارندوں کے باعث یکے بعد دیگرے مختلف ریاستوں پر قبضہ جماتے ہوئے ایک روز سرزمین پاک و ہند کے واحد مالک بن بیٹھے۔

چونکہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت یعنی دہلی کا تخت و تاج آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے چھینا تھا۔ اور مسلمان ہی خیال نظر آتے تھے لہٰذا ملک کے فرمانروا بنتے ہی ملتِ اسلامیہ کو صلیب و تثلیث کا شیدائی بنانے کی سر توڑ کوشش کی اور انگلینڈ سے اس مقصد کی خاطر پادری صاحبان بلوانے شروع کر دیئے جو آتے ہی اسلامی عقائد و نظریات اور بانی اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے نیز علمائے اسلام کو جگہ جگہ دعوتِ مناظرہ دیتے پھرتے۔ برساتی حشرات الارض کی طرح پادریوں کا جال پورے ملک میں بچھا دیا گیا تھا۔

۱۸۵۴ء میں لندن سے اپنے مایہ ناز پادری فانڈر کو بھیجا گیا جو عربی اور فارسی میں بھی کافی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے آتے ہی مختلف شہروں میں تقریریں کرتے ہوئے بلند بانگ دعاوی کیے اور اسلام کی حقانیت کو چیلنج کرتے ہوئے مقابلے کیلئے علمائے اسلام کو للکارا چنانچہ مدرسہ صولتیہ واقع مکہ مکرمہ کے بانی، فخرِ ہندوستان، پائیہ حرمین، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

، المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء نے مرحوم ڈاکٹر وزیر خاں کی معیت میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا اور آگرہ کی سرزمین میں اس کا سارا علمی غرور ایسا خاک میں ملایا کہ روسیاہی کو چھپانے کی خاطر پادری صاحب کو متحدہ ہندوستان سے بھاگتے ہی بنی اور اس درجہ بدحواس ہو کر بھاگا کہ لندن پہنچ کر ہی دم لیا۔ اسی طرح مختلف پادریوں نے جگہ جگہ منہ کی کھائی۔ علمائے اسلام ان کا علمی محاذ پر ناطقہ بند کرتے اور یہ اعلان سناتے رہتے تھے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تقریر و تحریر اور مناظرہ و مباحثہ کے میدانوں میں جب پادری صاحبان کو منہ کی کھانی پڑ رہی تھی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا منصوبہ زندہ درگور ہوتا ہوا نظر آیا۔ ان حالات میں پرانے شکاری ایک نیا جال لے کر نمودار ہوئے۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی اور خصوصاً سرکاری ملازمین کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس کا مفہوم یہ تھا۔

اب ہندوستان میں ایک عملداری ہو گئی۔ تار برقی سے ہر جگہ کی خبر ایک ہو گئی، ریلوے اور سڑک سے ہر جگہ کی آمد و رفت ایک ہو گئی۔ مذہب بھی ایک چاہیے۔ اس لیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی۔ ایک مذہب ہو جاؤ۔ [1]

انگریزوں کی ایسی عیاریوں کے خلاف لاوا پکتا رہا اور دل و دماغ کھولتے رہے، جس کا

پچھلے صفحہ کا حاشیہ: مولانا رحمت اللہ کیرانوی اس ملک کے مایۂ ناز عالم ہوئے ہیں۔ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء کو قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی) میں پیدا ہوئے ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں آگرے کے مقام پر پادری فنڈر کو شکست فاش دی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا جس کے باعث جائیداد ضبط ہوئی تو مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے۔ حجاز کی اسلامی حکومت نے پائیہ حرمین کا لقب دیا۔ تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھتے ہوئے اپنے شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کی غیر اسلامی روش کو خوب بیان کیا۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں مکہ مکرمہ کے اندر وفات پائی۔

[1] ۱۸۵۷ء مصنفہ غلام رسول مہر ص ۱۱

نتیجۃً ۱۸۵۷ء میں ظالم و مظلوم اور حاکم و محکوم کے درمیان فیصلہ کن تصادم کی صورت میں منظرِ عام پر آیا۔ اس معرکہ آرائی میں انگریزوں کے قدم بری طرح اکھڑ گئے تھے یہاں تک کہ ان کے فرار ہونے کے تمام راستے بھی مسدود تھے۔ تمام انگریزوں کو اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی لیکن وہ جوڑ توڑ کے عدیم المثال ماہر اپنے زر خرید کارندوں اور ایجنٹوں کے سہارے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اس وطن پر مزید نوّے ۹۰ سال کے لیے قابض ہو گئے۔

اس تصادم کے باعث انگریز بہت حساس ہو گئے اور انہوں نے اپنی پالیسی کو بڑی حد تک پُر اسرار بنا لیا۔ اس منصوبے کے تحت انہیں ایسے صاحبانِ جُبّہ و دستار کی جستجو ہوئی جن سے تخریبِ دین اور افتراق بین المسلمین کا کام لیا جائے تو قدرت نے بھی ان کے منصوبے کو خاک میں ملانے کا اہتمام کرایا کہ ایسے لصوصِ دین کی سرکوبی اور ملک و ملت کے ان بدخواہوں کے حقیقی خدوخال ظاہر کرنے والے امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کو اس مسلح تصادم سے قریباً ایک سال پہلے بریلی شریف میں پیدا کر دیا اور چودھویں صدی میں تجدیدِ دین و ملت کا فریضہ انجام دینے کا تاج اس کے سر پر سجا دیا۔ ملتِ اسلامیہ کے اس بطلِ جلیل، حقانیت کے علمبردار اور اسلاف کی مقدس امانت یعنی مذہب اہلسنت وجماعت کے بیباک ترجمان کے تجدیدی کارنامے کو ہم نے معارف رضا کے تاریخی نام سے چار ضخیم جلدوں میں بیان کیا ہے۔ جلد اوّل میں اُن صاحبانِ جُبّہ و دستار کے چہروں سے پوری طرح نقاب ہٹائی ہے جو حکومتِ وقت یا بُت پرست اکثریت کے نفسِ ناطقہ بن کر رہبری کے بھیس میں رہزنی کر رہے تھے۔ افسوس!

راہزن خضرِ رہ کی قبا چھین کر
راہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

۱۸۵۷ء کے بعد انگریز اگرچہ پورے ملک پر قابض ہو گئے لیکن اس معرکہ آرائی نے چونکہ ان کی طاقت کا بھرم کھول دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ حساس ہو گئے اور اپنی اسلام دشمنی کو پُر اسرار بنا لیا۔ جو زہر پہلے جبر اً کھلاتے تھے اب وہ ایسی گولیوں کی صورت [illegible] کے حلق سے اتارنے لگے جو دیکھنے میں خوشنما اور کام و دہن کو نہایت معصوم [illegible]

اس ظالمانہ منصوبے کو کامیابی سے [illegible] اپنا طرز اور منزلِ مقصود [illegible]

Marfat.com

نے اپنے لیے دو راستے تجویز کیے ۔

پہلا راستہ یہ مسلمانوں کے زیر تعلیم نونہالوں کو جو بڑے ہوکر قوم کا فعال عنصر اور حکومت کی مشینری کے پرزے بنتے ہیں انہیں ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے اگرچہ انہیں عیسائی تو نہ کہا جا سکے لیکن ان کی اکثریت ایسی تربیت پاکر نکلے کہ اس پر مسلمان کی تعریف بھی صادق نہ آئے۔ وہ مسلمان ہی کہلاتے ہیں لیکن اسلامی تعلیم و تہذیب سے ناآشنا ہو جائیں۔ اس طرح مسلمانوں کی آنے والی نسلیں کسی اور ہی رنگ و روپ میں منصۂ شہود پہ جلوہ گر ہوں گی جس کے باعث ان کا زاویۂ نظر ہی بدل جائے گا۔

دوسری جانب مذہبی رہنماؤں یعنی حضرات علماء کرام کو قوم کا ایسا عضوِ معطل بنا دیا جائے کہ بظاہر وُہ کسی مصرف کے نظر نہ آئیں۔ قوم اُن سے وابستہ نہ رہے، ان کی عقیدت کھو بیٹھے تاکہ اسلام کی برکتوں سے بڑی حد تک محروم ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے برٹش گورنمنٹ نے سب سے پہلے یہ قدم اُٹھایا۔

ابتدا میں مدرسوں اور کالجوں کے اندر تعلیم کا طریقہ دوسرا تھا۔ وہ تمام السنہ (زبانیں) و علوم پڑھائے جاتے تھے جن کا پہلے رواج تھا مثلاً عربی۔ فارسی، سنسکرت، فقہ، حدیث، ہندو دھرم کی کتابیں وغیرہ۔ ان کے ساتھ انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ بعد ازاں عربی اور فارسی کی تعلیم بہت کم ہوگئی، فقہ و حدیث اور دوسری مذہبی کتابیں بند کر دی گئیں، اُردو اور انگریزی کا زور ہُوا۔ مذہبی علوم کی تعلیم ختم ہونے پر تشویش تھی ہی، اچانک حکومت نے اشتہار دے دیا کہ جو شخص سرکاری سکولوں اور کالجوں کا تعلیم یافتہ ہوگا یا فلاں فلاں علوم اور انگریزی میں امتحان دے کر سند حاصل کرے گا اُسے دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی" لہ

انگریز تو مسلمانوں کو اس رنگ میں دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوکر اسلام سے وابستہ رہے اور اسی وجہ سے حدیث و فقہ وغیرہ کی تدریس ختم کر دی تھی، عربی و فارسی برائے نام رکھی اور سارا زور انگریزی تعلیم پر دیا تاکہ سکولوں اور کالجوں میں

لہ ۱ ... ص ... ۱۸۵۰ء مصنفہ غلام رسول مہر، ص ۳۰

Marfat.com

تربیت پانے والے نونہالانِ وطن کو مسلمان بنانے کے بجائے بالواسطہ عیسائی بنایا جائے تاکہ وہ اسلام کے کام نہ آئیں اور ہمیشہ انگریزوں کے گن گائیں۔

لیکن اس ستم ظریفی کی داد دینے والے کہاں سے آئیں کہ دنیا کی سب سے بڑی نظریاتی مملکت میں جس کے متعلق کبھی کہا جاتا تھا : پاکستان کا مطلب کیا ؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جس کے متعلق یہ باور کرایا جاتا تھا کہ پاکستان میں انسانوں کی نہیں بلکہ قرآن و سنت کی حکمرانی ہوگی. آج اُسے معرضِ وجود میں آئے چالیسواں سال گزر رہا ہے لیکن معمولی سی ترمیم کے ساتھ سکولوں اور کالجوں میں انگریزوں جیسا نصاب تعلیم ہی جاری ہے. اگر اسلامیات کی تعلیم کا کچھ عنصر نظر آنے لگا ہے تو اُسے سیاست کے شاعرے میں ردیف اور قافیہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جبکہ باقی سب خیریت ہے۔ آئین ایسے نافذ ہوتے رہے ہیں جو خدا اور رسول کے فرمودہ آئین کی ترجمانی سے بڑی حد تک قاصر تھے. ان میں چند اسلامی باتیں مصلحتاً محض دکھاوے کی غرض سے شامل کر لیتے اور باقی سارے کا سارا کسی مغربی ملک کے آئین کی نقل ہوتا تھا۔ اسلامیانِ پاکستان اُنہیں دیکھ کر پہلے کفِ افسوس ملتے اور پھر یہ کہتے ہوئے رہ جاتے تھے ؛

ہم بدلنا چاہتے تھے نظمِ میخانہ تمام ۵
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانے کا نام

جب انگریز نے اسلامی تعلیمات کو سکولوں اور کالجوں سے خارج کر کے سارا زور انگریزی تعلیم پر دینا شروع کر دیا تو اس اقدام کی تائید و حمایت کرنے کی خاطر سر سید احمد خاں (المتوفی ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء) کی سرکردگی میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ یہ لوگ قوم کے سامنے رہنماؤں اور خیر خواہوں کے بھیس میں آئے لیکن ان کے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کرنے، برٹش اقتدار کی جڑیں پاتال تک پہنچانے اور مسلمانوں کا رُخ حرم سے لندن کی جانب پھیرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا. انگریزوں نے پہلے مرحلے میں جب دینی علوم کو نصاب سے خارج کیا، عربی فارسی کو برائے نام رکھا نیز اُردو اور انگریزی تعلیم

ے ۱ اسباب بغاوت ہند، ص ۱۶ — ۵۰ ، ٥ — مصنفہ غلام رسول مہر، ص —

Marfat.com

پر زور دینا شروع کیا تھا تو حکومت نے اس سوچے سمجھے منصوبے کو مسلمانوں کے غم میں گھل گھل کر پتلے ہونے والے خیر خواہ حکومت کے منصوبے کو اپنی تجویز کی شکل میں یوں حکومت کے سامنے پیش کرتے ہیں:

سررشتہ تعلیم جو چند سال سے جاری ہے وہ تربیت کے لیے ناکافی ہی نہیں بلکہ خراب کرنے والا تربیت اہل ہند کا ہے۔ ... میری صاف رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی شرکت دیسی زبان میں تعلیم دینے سے بالکل اٹھا دے اور صرف انگریزی مدرسے اور اسکول جاری کرے ... گورنمنٹ کی طرف سے ہے ، جاتی ہے۔ صاف صاف ... بس کہ ... انگریزی زبان کے ذریعے سے تربیت کرتی ہے اور انگریزی زبان بلاشبہ ایسی ہے کہ انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اس میں ہو سکتی ہے۔ ؎

اب انگریزوں کو مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کے لیے خود زحمت نہیں برداشت کرنی پڑتی تھی بلکہ جو کچھ وہ کرنا چاہتے اُسے تجاویز کی صورت میں حکومت کے نفسِ ناطقہ یعنی دیسی کارندے حکومت ہی کے سامنے پیش کرتے اور برٹش گورنمنٹ نے انہیں مسلمانوں کے لیڈر، خیر خواہ اور رہنما منوانے کی مہم زور شور سے چلائی ہوئی تھی، جس کے باعث قوم کے کتنے ہی افراد انہیں اپنے حقیقی خیر خواہ سمجھ کر اُن کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگتے اور اس طرح حکومت اپنا مقصد حاصل کر لیتی۔ ـــ تعلیم و تدریس کے سارے نظام کو غیر اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے بعد برٹش گورنمنٹ نے سر سید احمد خاں صاحب ، مرزا غلام احمد قادیانی اور ایسے زرخرید علماء کی طرح جہاد کی مخالفت کروائی۔ چنانچہ موصوف نے مسلمانوں کو اُن دنوں یوں تلقین کی تھی:

> مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہیں۔ وہ شریعتِ اسلام کی رُو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں، نہ بغاوت ، نہ کسی قسم کا فساد۔ اُن کو ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ کے زیرِ حکومت اُسی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ از روئے

ـــــــــــــــ

؎ حیات جاوید مصنفہ حالی پانی پتی ۔ ص ۱۴۴

مذہب اسلام کے رہنا واجب ہے جیسا کہ ہجرت اول میں مسلمان حبش میں جا کر
بادشاہ کے زیر حکومت رہے تھے۔“ لہ

جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور اسلامیان ہند کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے کی خاطر سرسید احمد خاں صاحب نے اپنی عمر عزیز ہی ضائع کر دی اور ان کے تمام تر ساتھی بھی اپنی اپنی لے میں بظاہر دلکش آواز میں مسلمانوں کو مسحور کرنے اور برٹش نواز بنانے کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد موصوف نے اپنے جملہ وہابی بھائیوں یعنی ساری خارجی برادری کی یوں حکومت کے سامنے صفائی پیش کی :

اس (وہابی) کو یہ کہنا کہ درپردہ تخریب سلطنت کی فکر میں پیچ پیچ منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر اور بغاوت کی تحریک کرتا ہے محض تہمت ہے اور ہم اس وقت بہت سے ایسے آدمی نشان دے سکتے ہیں جو سرکار کے ایسے ملازم ہیں کہ ان سے زیادہ سرکار کا خیر خواہ اور معتمد نہیں ، بایں ہمہ وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں۔ سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد نہیں گردانا ، بلکہ غدر کے زمانے میں جب کہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی تو ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تایا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے۔ اگر وہ جہاد کا وعظ کرتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا ، یہ کیونکر ظہور میں آتا۔“ ٢ہ

جناب الطاف حسین حالی پانی پتی نے اپنے قافلہ سالار کی انگریز دوستی کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے :

ان (سرسید احمد خان صاحب) کی نہایت پختہ رائے تھی کہ ہندوستان کے لیے انگلش گورنمنٹ سے بہتر ، گو کہ اس میں کچھ نقص بھی ہوں ، کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی اور اگر امن و امان کے ساتھ ہندوستان کچھ ترقی کر سکتا ہے تو انگلش

لہ حیات جاوید ، مصنفہ حالی پانی پتی ، ص ۲۳۲

٢ہ ایضاً ، ص ۲۳۳

Marfat.com

گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر رکھ سکتا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو ہندوستان کی حکومت کرتے ہیں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بزور حاصل کی اور نہ مکروفریب سے بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اس کے اصلی معنوں میں ضرورت تھی۔ سو اسی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا۔" ؎۱

انگریز جیسی ظالم و جابر قوم کی یہ قصیدہ خوانی اور ان مکروفریب کے مجسموں کی ایسی مدح سرائی بلاوجہ نہ تھی بلکہ یہ ملت فروشی کے عوض ملنے والے لقمۂ تر کا کرشمہ تھا، جس کی خود انہوں نے یوں وضاحت فرمائی ہے :۔

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدر دان گورنمنٹ نے خیر خواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت کی اور عزت و آبرو کی، انعام و اکرام اور جاگیر و پنشن سے نہال کر دیا ہے، ترقیٔ عہدہ اور فزونیٔ مراتب سے سرفراز کیا ہے۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور دل و جان سے اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثناخواں رہیں۔" ؎۲

سرسید احمد خاں صاحب یوں تو علم منقول و معقول سے بڑی حد تک محروم تھے لیکن اپنے پڑھے لکھے ساتھیوں کے سہارے حکومت کے اشاروں پر دین متین میں تحریف و تخریب کا شرمناک کام بھی عمر بھر پوری جرأت اور دیدہ دلیری سے کرتے رہے تھے۔ چنانچہ موصوف کے سوانح نگار، جناب حالی صاحب نے حیات جاوید کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے اس سلسلے میں یوں وضاحت فرمائی ہے :۔

ہم کو اس کتاب میں اس شخص کا حال لکھنا ہے جس نے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے۔ تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ بڑے بڑے علماء و مفسرین کو تاڑا ہے، اماموں اور مجتہدوں سے اختلاف کیا ہے،

؎۱ حیات جاوید، مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۶۸۲ ؎۲ ایضاً، ص ۱۵۰

Marfat.com

قوم کے پکے پھوڑے کو چھیڑا ہے، ان کو کڑوی دوائیں پلائی ہیں، جن کو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے اور دوسرے نے زندیق خطاب دیا ہے۔[1]

سرسید احمد خاں صاحب نے حکومت کے اشارے پر نقمۂ ترک خاطر ساری اُمت محمدیہ کے خلاف اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کے موڈ میں آکر قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ بظاہر مسلمانوں کے خیر خواہ بنتے تھے لیکن مقصود ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنا تھا۔ اس تفسیر میں دل کھول کر معنوی تحریف کی تاکہ اصل قرآنی مفہوم و مطالب سے لوگوں کی توجہ ہٹا دی جائے اور انہیں عیسائی بنا لے۔ ان کے حریمِ دین و ایمان میں آگ لگانے کی خاطر خیر سے مفسر قرآن بن بیٹھے۔ اس رسوائے زمانہ تفسیر کے بارے میں حالی صاحب نے یوں مدحالی میں فرمایا ہے:

الحمد للہ اس حق کو تفسیر کی بدولت ان روحانی صاحب نے جا بجاؤں سے صحت ملا مسلمانوں کے پاک دلوں میں وہ گندی گندی باتیں جمی ہوئی تھیں جیسے کعبے کے بتان، اب ان کا یک بیک دور ہونا خدا کے مقدس کلام کی تفسیر کا نتیجہ ہے۔ ہم اس احسان کے بدلے اپنی کھال کی جوتیاں بنا دیں تو بھی اس کے ایک فقرے کا معاوضہ نہ ہو گا۔[2]

سرسید احمد خاں صاحب کا عقیدہ تھا اور مسلمانوں کو یہ تاثر دیتے رہے کہ لفظی تحریف قطعاً نہیں ہوئی ہے بلکہ دراصل قرآن مجید کی طرح تورات و انجیل کتاب ہے اور اس کے اندر صرف معنوی تحریف ہوئی ہے۔ یہ قرآن کریم کی صداقت کو مشتبہ بنا کر مذہب ... عیسائیت کی جانب مائل کرنے کا وہ زبردست اقدام ہے جو متحدہ ہندوستان کے ایمان کے رہزن اور اسلام و مسلمین کے بڑے سے بڑے بدخواہ سے نہ ہو سکا بلکہ بھیجے گئے پادری صاحبان بھی اس کے عشر عشیر کو نہ پہنچ سکے۔ انجیل وغیرہ کی صورت میں قرآن کریم کا آسمانی کتاب ہونا خود غلط ہو جاتا ہے کیونکہ ایک صحیفہ اصل صورت میں موجود ہو تو دوسرے کی ضرورت کہاں ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگار نے یوں تصریح کی ہے:

---

[1] حیات جاوید مصنفہ حالی پانی پتی۔ ص ۱۵۰ [2] ایضاً ص ...

نیز محققین اور اکابرِ اسلام مثل امام اسمٰعیل بخاری، امام فخرالدین رازی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم کے اقوال سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح عیسائی کتبِ مقدسہ میں تحریف لفظی کے قائل نہیں ہیں اور جس قسم کی تحریف کو عیسائی محققوں نے تسلیم کیا ہے صرف اُسی قسم کی تحریف آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی سے کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہے [1]

موصوف نے انجیل کی تفسیر بھی لکھی تھی اور اس میں انگریز پرستی میں سرشار ہو کر عیسائیوں سے کہا تھا۔

یقیناً میں بائبل کا اتنا ہی طرف دار اور مؤید ہوں جتنا کہ آپ ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں ڈاکٹر کلنز و کے اعتراضات کا اپنی تفسیر کے مناسب حصوں میں، جب اُن کا موقع آئے، جواب دوں" [2]

گویا کروڑوں روپیہ خرچ کر کے حکومت جو مقصد سینکڑوں پادریوں کے ذریعے حاصل نہ کر سکی وہ چند سکوں کے بدلے سر سید اینڈ کمپنی کے مسلم نما پادریوں کے ذریعے بڑی آسانی اور پوری رازداری سے حاصل ہونے لگ گیا تھا۔ چنانچہ بائیبل کی علی گڑھی تفسیر کے بارے میں اپنے غیر اسلامی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جناب حالی پانی پتی نے مسلمانانِ پاک و ہند کو مسلم نما عیسائی بنانے اور حکومت کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی خاطر یہ مضحکہ خیز اور تعجب انگیز بیان دیا تھا۔

یہ تفسیر جو انجیل کو بجائے لغو سمجھنے کے، جیسا کہ اب تک خیال تھا، واجب التعظیم بیان کرتی ہے اور اس کا ثبوت خود قرآن سے دیتی ہے، اس قابل ہے کہ اس کا ترجمہ مسلمانوں کی ہر زبان اور بالخصوص عربی میں ہو کیونکہ مسلمانوں کے واسطے اس سے زیادہ مفید بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ انجیل کو اسی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائیں جس سے وہ قرآن کو دیکھتے ہیں۔" [3]

سر سید احمد خان صاحب کے اسلام دشمنی اور برٹش نوازی کے مخصوص خیالات کو پنجاب کے سوا پورے متحدہ ہندوستان کے ہر صوبے میں نگاہِ حقارت سے دیکھا گیا اور ٹھکرا دیا گیا تھا

---

[1] حیات جاوید، مصنفہ حالی پانی پتی، ص ۱۶۸

[2] ایضاً، ص ۱۷۲ [3] ایضاً، ص ۱۷۲

کیونکہ وہ مکمل طور پر اسلام دشمنی اور انگریز پرستی کے آئینہ دار تھے۔ یہ تحریف دین اور اسلام و مسلمین کی بدخواہی کا ایسا شرمناک ڈرامہ تھا جس کی نظیر پہلے ملک کے اندر دیکھنے میں آئی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہلسنت کے علاوہ وہابی علماء نے بھی موصوف کے خیالات کی تردید کی اور اُن سے اظہار برأت کیے بغیر نہ رہ سکے۔ کتنے ہی علماء نے موصوف کے غیر اسلامی عقائد و نظریات کے باعث ان کی تکفیر میں فتوے جاری کیے۔ حالات کی یہ ستم ظریفی ہے کہ آج تک برٹش نواز طبقہ یہ کہہ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکتا آرہا ہے کہ سرسید احمد خانصاحب پر انگریزی زبان کی حمایت کرنے اور علی گڑھ کالج قائم کرنے کی بنا پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے حالانکہ ایسا ایک بھی فتویٰ انہیں دکھایا جاسکتا جو اس کے باعث موصوف کی تکفیر میں جاری کیا گیا ہو۔ دیوبندی جماعت کے مقتدر عالم، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے کسی معتقد کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ سرسید کی وجہ سے ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی لوگوں کے عقائد خراب ہوئے۔ فرمایا گڑبڑ کیا معنی اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ و برباد ہوگئے۔ ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔[1]

دوسرے کسی موقع پر موصوف نے نیچریت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا تھا:

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ سرسید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی ہے نیچریت زینہ ہے اور درجہ ہے الحاد کا۔ اس کی بھر شاخیں چلی ہیں۔ ہر قادیانی اسی نیچریت ہی کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خاں سے بازی لے گیا اور نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔"[2]

مدرسہ دیوبند کے سابق صدر علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء) نے بانی کے متعلق لکھا ہے:۔

---

[1] الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص ۸۴ [2] الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص ۱۰۶

Marfat.com

سو سید ھو رجل زنادیق او جاھل ضال [1]	سر سید زندیق یعنی ملحد آدمی ہے یا جاہل اور گمراہ ہے۔

دوسرا راستہ

انگریز بخوبی جانتے تھے کہ سر سید احمد خاں اور ان کے حواریوں کے ذریعے مغربی نظام تعلیم رائج کرنے میں تو خاطر خواہ مدد ملی ہے اور ان لوگوں کی وساطت سے سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں غیر اسلامی عقائد و نظریات شامل کر دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے نئی نسل کا ایمان تباہ و برباد ہوتا ہے گا لیکن علمائے اسلام سے وابستہ رہنے والے مسلمان کبھی ان لوگوں کے آگے گھاس ڈالنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ لہٰذا برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگوانے کی خاطر با اثر علماء کی ضرورت تھی۔ چنانچہ فرنگی شاطر نے ایسے بعض صاحبانِ جبّہ و دستار خرید لیے اور ان کے ذریعے دہلی کالج سے مولوی مملوک العلی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) کی سرکردگی میں مطلوبہ علماء کی کھیپ تیار کروائی گئی ان حضرات کے ذریعے تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا کام ایسی تندہی سے لیا گیا کہ شیطان بھی عش عش کر اٹھا ہو گا۔ ہم نے ایسے تخریب کار علماء کے حقیقی خدوخال دکھانے کی خاطر معارف رضا حصہ اول میں اتنا ٹھوس اور وافر تاریخی مواد جمع کر دیا ہے کہ دوسری کسی تصنیف میں شاید آج تک نظر آیا ہو گا۔

یہاں ان چند اکابر دیوبند کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کے اشارۂ چشم و ابرو اور اس کے وظیفوں نذرانوں کے طفیل مقدس شجر اسلام میں پوری دیدہ دلیری سے غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائیں اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کو اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے پیش نظر جن کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کرنا پڑا۔ اسی الجھے بارے میں مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی (المتوفی ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء) نے صاف لکھ دیا تھا:

> اگر خاں صاحب (فاضلِ بریلوی) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر

---

[1] : تتمۃ البیان بمشکلات القرآن : ص ۳۲۰

Marfat.com

وہ اُن کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے ..... کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے لکھا[1]

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) انیسویں صدی کے آخر میں بہکے بہکے بیانات دے رہے تھے۔ کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے، کبھی بتاتے کہ میں کرشن ہوں۔ بھی حیات مسیح کا انکار کر کے اُن کی قبر کشمیر میں بتاتے اور کبھی مسیح موعود اور محدث وغیرہ بنتے رہے۔ علمائے اسلام تردید کرتے رہے اور سمجھے کہ شاید اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے لیکن برطانوی شرارت کا راز اس وقت کھلا جب انہوں نے صاف لفظوں میں ۱۹۰۱ء کے اندر کھل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ ۱۸۷۹ء) نے مرزا صاحب سے پہلے دعویٰ نبوت کی جانب راستہ بنانا شروع کیا تھا اور اس مقصد کے لیے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں تحذیر الناس کے نام سے ایک کتاب لکھ کر مسلمانوں کو یوں بہکانا شروع کیا کہ فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلحاظ زمانہ آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے قرآن کریم کا انکار ہے۔ ساتھ ہی تصریح کر دی کہ حضور زمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہیں یعنی یہ نہیں کہ آپ سب سے آخر میں آئے ہیں بلکہ آپ کا رتبہ سب سے آخری یعنی بلند و بالا ہے اور اسے خاتمیت قرار دیتے ہوئے صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد اگر ہزاروں نبی اور بھی پیدا ہو جائیں تب بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور موصوف نے ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کر لیا کہ آج تک کسی بڑی سے بڑی ہستی کا ذہن خاتمیت کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچا تھا بلکہ حقیقی مفہوم تک آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد رسائی ہوئی ہے اور وہ بھی صرف مولوی محمد قاسم نانوتوی کی، جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کی نگاہ لطف و کرم سے تحذیر الناس لکھ کر [illegible]۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) [illegible] فتویٰ میں اللہ جل شانہ کو کاذب بالفعل ٹھہرا دیا۔ [illegible] ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اس شرمناک [illegible] لیکن مرتے دم تک گنگوہی صاحب نے پندرہ سالوں میں [illegible] فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا

[1] اشد العذاب، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی، ص ۱۳۰

Marfat.com

اور نہ اس کی کوئی تاویل و توجیہہ ہی پیش کر سکے۔ جب پندرہ سال بعد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں گنگوہی صاحب اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی جانب سدھار گئے تو موصوف کے معتقدین و متوسلین علمائے دیوبند نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ تو ہمارے حضرت قطب الاقطاب اور امام ربانی صاحب پر تہمت ہے۔ ہمارے گنگوہی صاحب نے ہرگز ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا اور نہ کسی جگہ سے شائع کروایا۔ جب ان مناظرین سے کہا گیا کہ یہی بات آپ نے مذکورہ پندرہ سالوں کے اندر گنگوہی صاحب کے جیتے جی کیوں نہ کہی تو فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ کا منظر سامنے آجاتا ہے۔

مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء) کی رسوائے زمانہ کتاب براہین قاطعہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی۔ موصوف نے محیط زمین کا علم شیطان اور ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت بتا کر ایمان کی آنکھ پر یوں ٹھیکری رکھ دی کہ اُسی علم کو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماننا اور ثابت کرنا ایسا شرک ٹھہرا دیا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ اس عبارت کے مفاد سے دو شقیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ اگر محیط زمین کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا واقعی شرک ہے تو لازم آئے گا کہ شیطان اور ملک الموت کو خدا نے خود اپنا شریک بنالیا ہے اور یہ ماننا بھی لازم آئے گا کہ قرآن و حدیث بھی شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۔ انبیٹھوی صاحب کے نزدیک قرآن و حدیث اگر شرک کی تعلیم نہیں دیتے نیز شیطان و ملک الموت کو بھی وہ خدا کے شریک نہ سمجھتے ہوں تو جو چیز قرآن و حدیث سے مخلوق کے ایک فرد کے لیے بھی ثابت ہے وہ دوسرے فرد کے لیے ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ چیز اُس دوسرے فرد کے لیے نصوص سے ثابت ہے یا نہیں، لیکن دریں حالات شرک کیسا؟ ——— غرضیکہ کسی بھی شق پر محمول کیا جائے، ہر صورت میں انبیٹھوی صاحب کی وہ عبارت صریح کفریہ ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کی حفظ الایمان پہلی دفعہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی۔ یعنی جس سال مرزا غلام احمد قادیانی کھل کر نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اُسی سال دیوبندی حضرات کے مجدّد دین و ملت نے شانِ رسالت میں یہ کھلی گالی

Marfat.com

شائع کروائی۔ موصوف سے کسی نے پوچھا کہ زید فلاں دلائل کے تحت خُدا کے سوا دوسروں پر بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو جائز بتاتا ہے واضح کیا جائے کہ زید کے عمل اور عقیدے کا حکم کیا ہے ؟ تھانوی صاحب نے اس عمل اور عقیدے کا شرعی حکم بتلاتے ہوئے کہا کہ اگر ایسا عقیدہ کل غیب کی وجہ سے رکھا جاتا ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے اور اگر بعض علم غیب کی وجہ سے یہ عقیدہ ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"۔

یہ ہے تھانوی صاحب کی عبارت کا آسان لفظوں میں مفہوم جو یقیناً شانِ رسالت کی ایسی گستاخی اور اہانت پر مبنی ہے جس کی جرأت کبھی کھلے کافروں کو بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ دیوبندی حضرات ہی کا دل گردہ ہے کہ جب اُن کے بعض عُلماء نے اللہ اور رسُول کی شان میں گندے عقیدے اور توہین آمیز کلمات جاری کیے تو انہوں نے اللہ اور رسُول کا ساتھ چھوڑ کر اپنے عُلماء کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ یہی تو شرک کا وُہ انتہائی درجہ ہے جسے قرآن کریم نے اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ کے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ اسی شرک وکفر کے سمندر میں پڑے رہنے کے باعث ان حضرات کو خالص مسلمان بھی مشرک نظر آتے ہیں۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کفریات کی ابتدا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۲ء میں تحذیر الناس نامی کتاب لکھ کر کی جبکہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پانچوں حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند کے اندر ادا کیا۔ جانے غور ہے کہ کیا سمجھانے بجھانے، خوف خُدا اور خطرۂ روز جزا یاد دلانے کے لیے ۳۰ تیس سال کی مدت کافی نہیں تھی ؟ اس دوران میں علمائے اہلسنت اور دیوبندی علماء کے درمیان متعدد مناظرے ہوئے۔ جانبین سے سینکڑوں کتابیں ان کفریات کے باعث لکھی گئیں لیکن اللہ اور رسُول کے ان دشنامیوں نے پرنالہ اُسی جگہ رکھا اور کفریات لکھنے اور شائع کروانے والے چاروں اکابر دیوبند میں سے کسی ایک کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ کسی سُنی عالم کے سامنے ایک دفعہ بھی میدان مناظرہ میں آنے کی جرأت کرتا اور اپنی خرافات کی تاویل و توجیہہ پیش کرنے کی جرأت کرتا۔ انہیں ذرا بھی اسلامی ثابت کرنے کی گنجائش نظر آتی تو ضرور سامنے آتے لیکن ستم بالائے ستم تو یہ کہ انھیں بدل کر اسلامی بنانے پر بھی اُن میں سے کوئی آمادہ نہ ہُوا۔

Marfat.com

اُن حضرات کے راہ راست پر آنے، کفریات سے توبہ کرنے کی جب کوئی امید نظر نہ آئی تو ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا گیا اور اس کے تین سال بعد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بارگاہ بیکس پناہ میں بلایا کہ دشنامیوں کے سرگروہ مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی موجودگی میں حرمین شریفین کی مقدس سرزمین پر حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ چنانچہ علمائے حرمین طیبین نے فاضل بریلوی کے فتوے سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر دھوم دھام سے تقریظیں لکھیں جن کے مجموعے کا نام حسام الحرمین ہے۔ نیز آپ نے مکہ مکرمہ میں اس موقع پر جو الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ کے نام سے کتابیں لکھیں انھیں بھی اپنی تقاریظ سے مزین کیا۔

علمائے حرمین شریفین نے مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت و وسعت کو دیکھ کر ایسا اعزاز و اکرام کیا کہ اس مقدس سرزمین پر متحدہ ہندوستان کے کسی بزرگ کو شاید ہی نصیب ہوا ہو۔ انہوں نے آپ سے سندیں اور اجازتیں لیں جن میں سے بعض الاجازات المتینہ میں موجود ہیں۔ ان علمائے حرمین نے ایک جانب امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید و تصدیق کی اور انہیں مرجع خلائق، مرکز دائرہ تحقیق، بحر العلوم، امام زمانہ، یگانۂ روزگار اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا تو دوسری جانب اُن پانچوں حضرات کو لصوصِ دین، دائرہ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد قرار دیا۔ ساتھ ہی بتا دیا کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے غیر مسلم ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ اُس مقدس سرزمین پر سرخیل مبتدعین مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی موجودگی میں ہوا اور موصوف کو اس فیصلے کے خلاف بولنے، ایک لفظ بھی کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ ان عبارتوں کے اندر اسلامی مفہوم و معانی کی رمق تک بھی نہیں ہے جس کے باعث بولنے اور زبان کھولنے کی جرأت کرتے۔

علمائے حرمین کی تقاریظ کا مجموعہ حسام الحرمین کے نام سے ۱۳۲۴ھ میں اُردو ترجمے کے ساتھ اور ۱۳۲۶ھ میں تمہید ایمان سمیت منظرِ عام پر جلوہ گر ہو گیا۔ حرمین شریفین میں تو سرخیل مبتدعین کو تاریخی روسیاہی کے باعث راہ فرار اختیار کرنی پڑی تھی لیکن جہلا کو ورغلانے اور اندھے مقلدوں کو بھاری وزن دکھانے کی خاطر مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے گھر میں بیٹھ کر المہند

Marfat.com

لکھنے کی چال چلی تو صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے التحقیقات لدفع التلبیسات نامی رسالے کے ذریعے المہند کی ساری جعلسازی کا بھانڈا سر بازار پھوڑ دیا۔

مدرسہ دیوبند کے سابق گاندھوی صدر مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب کے نام سے حسام الحرمین کا جواب لکھا اور اس میں شان تحقیق یہ دکھائی کہ گالیوں کا بین الاقوامی ریکارڈ قائم کر دکھایا۔ شاید دنیا کی کسی کتاب میں اتنی گالیاں نہ ہوں جتنی موصوف کے اس شہکار میں ہیں۔ مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء) نے الشہاب الثاقب کا انتہائی مدلل اور تحقیقی رد لکھا اور ٹانڈوی صاحب کے عائد کردہ الزامات کی پوری طرح قلعی کھول کر رکھ دی۔ واضح ہو گیا کہ ان عبارتوں میں اگر ذرا بھی اسلامی پہلو ہوتا تو علمائے دیوبند صفائی میں غلط اور نامعقول راستے اختیار نہ کرتے۔

حقیقت تک پہنچنے کا زینہ

ذیل میں ہم قارئین کے سامنے چودہ ایسے حقائق پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں ہر انصاف پسند اور غیر جانبدار کو معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں رہے گی اور حقیقت اپنے اصل رنگ روپ میں اس کے سامنے آموجود ہوگی۔ دیوبندی حضرات بھی اگر تھوڑی سی دیر کے لیے انصاف کی عینک لگا کر ٹھنڈے دل و دماغ سے ان چودہ حقائق پر غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ حق و باطل انھیں واضح طور پر نظر نہ آجائیں۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

پہلا نکتہ اگر مذکورہ کفریہ عبارتیں لکھنے والے اکابر دیوبند میں دین و دیانت کا کوئی شائبہ باقی رہ گیا ہوتا اور حکومت کی شہ پر انہوں نے تخریب دین وافتراق بین المسلمین کا پیشہ اختیار نہ کر لیا ہوتا تو جب علمائے اسلام نے ان عبارتوں پر گرفت شروع کی تھی تو اسی وقت باہمی صلاح مشورے سے ان عبارتوں کو اس طرح بدل دیتے کہ ان میں قابل اعتراض پہلو نہ رہتا اور انہیں پوری طرح اسلامی عبارتیں بنا دیا جاتا۔ آخر ایسا کرنے میں کیا رکاوٹ کیا تھی؟ جب

Marfat.com

ان عبارتوں کے لکھنے والوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ دورانہ تاویلات کے ذریعے انہیں اسلامی منوانے پر مُصر رہے اور پورے ملک کے علمائے کرام کی صدائے احتجاج کو کمال دیدہ دلیری سے ٹھکراتے رہے۔ اپنی ہی چند عبارتوں کو وحی الٰہی کا درجہ دے لینا اور رفع فساد کی خاطر ان میں ترمیم نہ کرنا بلکہ جھگڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا، بھلا مسلمانوں کے خرمنِ اتحاد میں اس طرح آگ لگانے کو کہاں تک دانشمندی اور دیانت داری کہا جاسکتا ہے؟۔

دوسرا نکتہ علمائے دیوبند اپنی کسی عبارت کو تبدیل کرنے اسلامی عبارت بنانے پر عمر بھر آمادہ نہ ہوئے، حالانکہ خود یا باہمی صلاح مشورے سے وہ ایسا کر لیتے تو اُن حضرات کی سلگائی ہوئی آگ جو مسلمانوں کے خرمنِ اتحاد کو آج تک جلا رہی ہے، بھائی کو بھائی سے لڑا رہی ہے، یہ اُسی وقت بجھ جاتی۔ ملتِ اسلامیہ چاروں حضرات سے کہہ رہی تھی ۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ لیکن وہاں رشد وہدایت کا صرف نام ہی رہ گیا تھا۔ جب چاروں میں سے ایک نے بھی اپنی عبارت نہ بدلی تو اس کے سوا اور کیا سمجھا جائے کہ یہ حضرات حکومت کے وظیفوں اور نذرانوں کے باعث اس مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں خود ان کی مرضی کا دخل بھی نہیں رہا تھا اور وُہ حضرات اس درجہ بک گئے کہ چوں قلم در دست کاتب ہوگئے تھے۔

تیسرا نکتہ اگر اکابر دیوبند اپنی کفریہ عبارتوں میں خود یا باہمی صلاح مشورے سے تبدیلی کر لیتے اور اس کے بعد بھی ان کے مخالفین ان کی تردید کا سلسلہ جاری رکھتے تو واضح ہوجاتا کہ فریق ثانی کی نیت میں کھوٹ ہے اور وہ کسی کی شہ پر انہیں طعن وتشنیع اور رد وتردید کا نشانہ بنائے رکھنے پر مجبور رہے۔ وہاں تک تو نوبت ہی نہیں پہنچی کیونکہ ہزاروں علمائے اہلسنت کا یہی مطالبہ تھا کہ ان کفریہ عبارتوں کو بدل کر اسلامی بنا لیجئے۔ ایسا کر لینے میں خود اُن کا اور ساری ملتِ اسلامیہ کا بھلا تھا لیکن اکابر دیوبند نے ان کی آواز پر کان نہ دھرے بلکہ اپنے خیر خواہوں یعنی سمجھانے والوں سے ہمیشہ برسرِ پیکار ہی رہے حالانکہ از راہ خیر خواہی وہ حضرات تو سمجھا رہے تھے وُہ جھگڑ تو نہیں رہے تھے۔ اس کے باوجود معلوم نہیں اکابر دیوبند کو جھگڑنے اور فتنہ وفساد کا راستہ

Marfat.com

اختیار کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی ؟

چوتھا نکتہ گنگوہی صاحب جو چاروں اکابر دیوبند میں سرخیل اور پوری دیوبندی فوج کے قافلہ سالار لشکر تھے، ان کا وقوعِ کذب باری تعالیٰ کے متعلق مہری دستخطی فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں میرٹھ شہر سے شائع ہوا۔ اُسی وقت سے علمائے اسلام نے اس کے متواتر رد شائع کروائے جو گنگوہی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند تک پہنچتے رہے۔ گنگوہی صاحب نے زبان وقلم سے اُس فتوے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ فتویٰ میرا نہیں ہے اور نہ ان کے متبعین میں سے کوئی بولا۔ جب پورے پندرہ سال کے بعد ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں گنگوہی صاحب ملکِ عدم کو سدھار گئے، شہر خموشاں کے مکیں جا ہوئے تو علمائے دیوبند کی زبانیں کُھل گئیں اور دیوبندی مناظروں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ وہ فتویٰ ہمارے گنگوہیت مآب کا کب ہے ؟ یہ تو ہماری گنگوہی سرکار ابد قرار پر بہتان ہے۔ کیا اس حیاداری اور دیانت داری کا کوئی ٹھکانا ہے ؟

سور داسوں کا گلہ کیا اُن کو دن بھی رات ہے
جان کر بنتے ہیں گنگوہی یہ کیسی بات ہے

پانچواں نکتہ نانوتوی صاحب تو ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں ہی شہر خموشاں کے مکیں ہو چکے تھے۔ گنگوہی صاحب بھی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء کے وسط میں ملک عدم کی جانب سدھار گئے کیونکہ ان کی تکفیر کا پروانہ علمائے حرمین شریفین کی تقاریظ سے مزین ہونے والا تھا۔ بہرحال چاروں میں سے پیچھے دو حضرات بقیدِ حیات رہ گئے تھے جنہیں کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا :

۱۔ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی جن کا ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء میں وصال ہوا۔

۲۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جنہوں نے ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں رحلت کی۔

جائے غور ہے کہ مذکورہ فتویٰ تکفیر پر علمائے حرمین طیبین نے ۱۳۲۳ھ کے آخر اور ۱۳۲۴ھ کے شروع میں تقاریظ لکھیں۔ انبیٹھوی صاحب ان تقاریظ کے بعد بائیس سال اور تھانوی صاحب اُنتالیس سال بقیدِ حیات رہے۔ اس طویل عرصے میں جہاں ان حضرات نے سینکڑوں ہیرا پھیر یاں

Marfat.com

ہیں اور ہر ممکن طریقے سے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی وہاں ان حضرات کے لیے کیا یہ صاف اور سیدھا راستہ نہیں تھا کہ دونوں حضرات یا دونوں میں سے ایک ہی حرمین شریفین چلا جاتا اور بقول علمائے دیوبند کہ

۱. امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع برید کی تھی۔

۲. یا علمائے حرمین کو کسی قسم کا دھوکہ دیا تھا۔

۳. یا علمائے دیوبند کی اُن عبارتوں کو من ملنے مفہوم ومطالب کا لباس پہنایا تھا۔

تو یہ حضرات علمائے حرمین کے سامنے اُس دھوکے کی اچھی طرح وضاحت کرتے اور انہیں حقیقت سے مطلع کر کے حقیقت پر مبنی ان کے بیانات حاصل کرتے تاکہ وہ حضرات صاف وضاحت کر دیتے کہ ہمیں مولوی احمد رضا خاں نے دھوکے میں رکھا اور یہ مغالطے دیئے جن کے باعث ہم اس کے فتوے کی تائید وتصدیق کر بیٹھے تھے۔ ہمیں اب فلاں عالم نے اصل صورت حال سے مطلع کیا ہے لہٰذا ہمارے سابقہ بیانات اور جملہ تقاریظ کو منسوخ شمار کیا جائے۔ اگر حقیقت حسام الحرمین کے ذرا بھی خلاف ہوتی تو یہ دونوں اکابر دیوبند کبھی خاموش نہ بیٹھتے، ہرگز اپنی گردن تیغ تکفیر سے نہ کٹنے دیتے اور تصدیق کرنے والے علمائے حرمین سے ضرور بیانات تحریری وصول کرتے۔ لیکن جب صورت حال یہ سامنے آئی دونوں حضرات ساری عمر میں بھی تصدیق کرنے والے کسی ایک مکی یا مدنی عالم سے ایسا بیان حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پر علمائے دیوبند کا الزام لگانا کہ انہوں نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع وبرید کی یا انہیں من مانے مفہوم ومطالب کا لباس پہنایا یا علمائے حرمین کو کسی طرح کا دھوکا دیا یہ محض اپنا بھرم رکھنے کے لیے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں جن کے بارے میں ہر منصف مزاج اور غیر جانب دار شخص بھی کہے گا کہ ان الزامات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ دین ودیانت سے بعید ہونے کے ساتھ معاندانہ روش کی المناک اور بھونڈی تصویر ہے۔

چھٹا نکتہ جب علمائے حرمین شریفین فتویٰ تکفیر پر دھوم دھام سے تقریظیں لکھ رہے تھے اور مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا اس مقدس سرزمین میں عدیم النظیر اعزاز واکرام کیا جا رہا تھا تو اس وقت کے دیوبندی بیڑے کے ناخدا العینی مولوی خلیل احمد صاحب

انبٹھوی وہاں بنفس نفیس موجود تھے۔ اگر دھوکہ بازی اور قطع و برید والا ذرا سا معاملہ بھی ہوتا تو ضرور انبٹھوی صاحب کی وضاحت کے خوف سے دھوکہ دیتے ہی فاضل بریلوی کو فوراً بھاگ آنا چاہیے تھا کیونکہ چور کے پیر نہیں ہوتے۔ دنیا نے دیکھا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی تو مکہ مکرمہ کے اہل علم میں ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند تاروں کے جھرمٹ میں اور مکہ مکرمہ سے جدہ پہنچنے کا راتوں رات تکلف فرمایا مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے۔ کیا کسی منصف مزاج کو حقیقت تک پہنچنے کے لیے اس کے سوا کسی اور دلیل کی ضرورت ہے؟

ساتواں نکتہ اس واقعے کے بعد انبٹھوی صاحب نے اپنی بقیہ بائیس[۲۲] سالہ اور تھانوی صاحب نے انتالیس[۳۹] سالہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی ایسی جرأت نہیں کی کہ تصدیق کرنے والے علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں حاضر ہو کر بتاتے کہ جس انبٹھوی اور تھانوی عالم کی آپ حضرات نے تکفیر کی ہے، وہ ہم ہیں اور ہمیں ازروئے دلائل آپ کے فیصلے سے اتفاق نہیں ہے۔

آٹھواں نکتہ اگر فاضل بریلوی نے کسی قسم کی دھوکہ بازی یا عبارات میں قطع و برید کی تھی تو جس وقت علمائے حرمین ان کی تصدیق و تائید کر رہے تھے، نیز ساتھ فتوی تکفیر پر دھڑا دھڑ حسام سے تقاریظ لکھ رہے تھے اور علمائے دیوبند کے بقول یہ سب کچھ دھوکے میں ہو رہا تھا، اس سے بہتر موقع زندگی میں اور کب آ سکتا تھا کہ اسی وقت مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی پردے سے نکل کر سامنے آ جاتے۔ علمائے حرمین کو صورتِ حال اور اس حقیقت سے مطلع کرتے جو ان کے نزدیک تھی۔ اگر عین موقع پر وہ امام احمد رضا خاں بریلوی کا ایک دھوکا یا کسی عبارت میں ایک بھی قطع و برید بالمقابل ثابت کر دیتے تو یقیناً فاضل بریلوی اس قدس سرزمین میں اور اپنے وطن کے اندر زندگی بھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ جب انبٹھوی صاحب نے ایسا نہ کیا تو ہر منصف مزاج اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ دھوکا دینے اور قطع و برید کرنے کے الزامات قطعاً بے بنیاد ہیں یعنی۔

حافظ بخود نپوشید ایں جامۂ آلود

اے شیخ پاک دامن معذور دار ما را

Marfat.com

نواں نکتہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اُسی دوران سابق مفتیٔ احناف قاضیٔ مکہ مکرمہ یعنی علامہ شیخ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) سے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو خفیہ ملاقات کی۔ یہ ملاقات کیوں کی؟ نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ یہ سب کچھ اس مکتوب گرامی کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے جو علامہ صالح کمال مکی نے اگلے ہی روز محافظ کتب حرم، فاضلِ جلیل علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) کے پاس بھیجا تھا جو حسب ذیل ہے۔

مکتوب گرامی

صاحب الفضیلۃ والاخلاق والمحبۃ الجمیلۃ حضرۃ السید اسمٰعیل افندی حافظ الکتب حضر عندنا قبل تاریخہ رجل من اھل الھند یقال لہ خلیل احمد مع بعض علماء الھند المجاورین بمکۃ یستعطف خاطرنا علیہ لانہ قد بلغہ انی شدید الغیظ علیہ وانا لا اعرفہ شخصا فقال یا سیدی بلغنی انکم واجدون علیّ وذلک بسبب انی ذکرت بما وقع منہ فی البراھین القاطعۃ لدی حضرۃ الامیر حفظ اللہ فقلت لہٗ لعلک خلیل احمد انبیٹھی فقال نعم فقلت لہ ویحک کیف تقول فی البراھین القاطعۃ تلک المقالات الشنیعۃ وتجوز الکذب علی اللہ جل جلالہ کیف لا اغیاظ علیک ولقد کتبت علیھا بانک رجل زندیق وکیف تعتذر وتنکر وھی قد طبعت وشاعت عنک فقال یا سیدی ھی لی ولکن لیس فیما تجوز الکذب علی اللہ ولکن

Marfat.com

كان فيها فانا تائب وراجع عما فيها مما يخالف اهل السنة والجماعة فقلت له ان الله يحب التائبين والبراهين موجودة وساخرج لك منها هذا الذى انكرته وتجاسرته به على الله جل شانه فصار ينتصل ويعتذر ويقول ان كان فهو مكذوب علىّ وانا رجل مسلم موحد من اهل السنة والجماعة ما قلت فيه هذا ولا غيره مما يخالف مذهب اهل السنة والجماعة فتعجبت منه كيف ينكر ما هو مطبوع فى رسالته البراهين القاطعة المطبوعة بلسان الهند وظهر لى انه انما قال ذلك تقية كما هم يرون التقية واجبة واردت ان احضرها واحضر من يعرف ذلك اللسان لاقرره بما فيها واستتيبه لكنه فى ثانى يوم من مجيئه عندنا هرب الى جدة ولا حول ولا قوة الا بالله احببنا اعلامكم بذلك ودمتم۔ محمد صالح كمال[1]

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

ترجمہ مکتوبِ گرامی

صاحبِ فضیلت واخلاق ومحبت حمید حضرت سید اسمٰعیل آفندی محافظ کتب حرم کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی شخص آیا جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بعض ہندوستانی علماء بھی تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں مجاورت اختیار کی ہوئی ہے وہ ہمیں اپنے اوپر مہربان کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے خبر پہنچی تھی کہ ہم اس سے سخت ناراض ہیں۔ میں اس

---

[1] الملفوظ، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۵ تا ۱۷

Marfat.com

کی صورت کا شناسا نہ تھا۔ اس نے کہا۔ اے میرے سردار! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ یہ اس سبب سے تھا کہ براہین قاطعہ میں اس سے جو واقع ہوا ہے میں نے اس کا تذکرہ حضرت امیر (شریف مکہ) اللہ اس کی حفاظت کرے، سے کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو خلیل احمد انبٹھوی ہے؟ اس نے کہا : ہاں۔ میں نے اُس سے کہا : تجھ پر افسوس ہے کہ تو براہین قاطعہ میں ایسی گندی باتیں کیونکر کہتا ہے ؛ اور اللہ جل شانہٗ پر کذب جائز ٹھہراتا ہے۔ میں تجھ پر کیوں ناراض نہ ہوں اور اس بنا پر میں لکھ چکا ہوں (تقدیس الوکیل کی تقریظ میں) کہ تو زندیق ہے تو کس طرح عذر اور انکار کرتا ہے حالانکہ وہ تیری جانب سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہنے لگا، اے میرے سردار! کتاب تو میری ہے لیکن اس میں امکان کذب کا مسئلہ نہیں ہے۔

اگر وہ اُس میں ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اور اُن باتوں سے رجوع کرتا ہوں جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور براہین قاطعہ میرے پاس ہے ابھی نکال کر دکھاتا ہوں وہ جس بات کا تو انکار کرتا ہے اور اللہ جل شانہٗ پر جسارت کی۔ اس پر وہ خوشامد اور عذر کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی بات ہے تو وہ مجھ پر بہتان باندھا گیا ہے اور میں تو مسلمان، مقلد اور اہلسنت وجماعت سے ہوں۔ میں نے اُس میں یہ بات یا مذہب اہلسنت وجماعت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ میں اس کی گفتگو سے متعجب تھا کہ کس طرح ایک ایسی بات کا انکار کر رہا ہے جو اسکے رسالہ براہین قاطعہ میں چھاپی جا چکی ہے جو ہندی زبان میں طبع ہوا۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ ایسی باتیں روافض کی طرح ازراہ تقیہ کرتا ہے جو تقیہ کو واجب گردانتے ہیں اور میں نے (براہین قاطعہ) لانے اور ایسے شخص کو بلانے کا ارادہ کیا جو اس زبان کو سمجھتا ہو کہ اس کے مندرجات کا اُس سے اقرار کراؤں اور اس سے توبہ لوں لیکن وہ ہمارے پاس آنے کے اگلے ہی روز جدہ کی جانب بھاگ گیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

میں نے اس واقعہ سے آپ کو مطلع کرنا پسند کیا اور آپ سلامت رہیں۔ محمد صالح کمال

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

Marfat.com

اصلی صورتِ واقعہ تو یہ تھی، اس کے باوجود مدرسہ دیوبند کے سابق صدر یعنی مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) نے گاندھویت کی ترنگ میں محمد خلیل احمد صاحب اور حضرتِ مفتی صالح کمال کی اس ملاقات کا حال یوں بیان کیا ہے:-

بعد ازاں مولانا (انبٹھوی صاحب) ان سے رخصت ہو کر مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے۔ مفتی صاحب موصوف سے ملاقات بھی ہوئی۔ اولاً مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے کہ ان کو جھوٹ جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے۔ مگر جب مولانا نے حقیقتِ حال کا انکشاف فرمایا اور میدانِ تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہوگئی اور جملہ تقریراتِ حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم کیا اور بہت خوش ہوئے۔[1]

اگر ٹانڈوی صاحب کے مذکورہ بالا بیانات کو تھوڑی دیر کے لیے درست تسلیم کر لیں تو صرف ہاں یا نہ کہنے سے بات نہیں بن سکتی کیونکہ اس واقعہ کا تعلق علمائے ہند کے بہت بڑے علمی، فکری اور ایمانی تصادم سے ہے۔ ہر واقف کے اس تصادم پر اثرات دیکھے جائیں گے کہ وہ واقعے کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب۔ مثلاً ٹانڈوی صاحب کے اس بیان ہی کو لیجئے تو ہر قاری کے پردۂ ذہن پر یہ سوالات اُبھر آئیں گے؟

۱۔ گویا مفتی صالح کمال صاحب کو براہین قاطعہ کی جو عبارت بتائی گئی تھی وہ بات جھوٹ نکلی اور پہلے اس کی وجہ سے جو کبیدگی تھی وہ مسرت میں تبدیل ہوگئی۔ انہوں نے انبٹھوی صاحب کی تمام تقریروں کو درست تسلیم کر لیا اور اُن سے بہت خوش بھی ہوگئے تھے تو انبٹھوی صاحب نے اگلا دن بھی نہیں چڑھنے دیا اور راتوں رات مکہ مکرمہ سے بھاگ کر جدہ کیوں جا پہنچے تھے؟

۲۔ کیا مفتی صالح کمال نے اُن کی تائید میں ایک لفظ بھی لکھ کر دیا؟

۳۔ موصوف نے انبٹھوی صاحب کے خلاف تقدیس الوکیل پر جو تقریظ لکھی تھی کیا اُسے منسوخ کیا؟ نہیں تو کیوں؟

---

[1] الشہاب الثاقب، مطبوعہ قاسمی پرنٹنگ پریس دیوبند، ص ۷۰، ۷۱

Marfat.com

۴۔ مفتی صاحب نے تصدیق کیوں کی تائید بعد جو انبیٹھوی صاحب کو زندیق قرار دیا تھا کیا فیصلہ بدل دیا؟

۵۔ جب مفتی صاحب حقیقت معلوم ہونے پر انبیٹھوی صاحب سے بہت خوش ہوگئے تو امام احمد رضا خاں بریلوی سے بہت ناراض ہوجانا چاہیئے تھا لیکن ایسا کیوں نہ ہوا؟

۶۔ جب وہ انبیٹھوی صاحب سے خوش ہوگئے تو ناراض ہوکر دھوکا دینے والے امام احمد رضا خاں ... المعتمد المستند حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ وغیرہ کی تقریظیں واپس لے لیتیں ۱۳۲۴ھ تک ... مکہ مکرمہ میں رہے لیکن انہوں نے اپنی تقریظیں واپس کیوں نہ لیں؟

۷۔ جب مفتی صالح کمال پر دھوکا کھل گیا تو انہوں نے دوسرے علمائے مکہ مکرمہ کو بھی بتادیا ہوگا ان حالات دیگر علمائے مکہ مکرمہ نے اتنے دنوں میں کیوں اپنی ایک بھی تقریظ واپس نہ لی۔

۸۔ مفتی صالح کمال نے حقیقت سے دیگر علمائے مکہ معظمہ کو یقیناً مطلع کیا ہوگا تو ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی بقلم خود یہ بیان کیوں نہ دیا کہ ہمیں امام احمد رضا خاں بریلوی نے دھوکا دیا تھا جس کا راز ہم پر مفتی صالح کمال اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی ملاقات سے کھلا ہے۔

۹۔ جب علمائے مکہ مکرمہ پر دھوکا کھل گیا تھا تو وہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک امام احمد رضا خاں بریلوی کا عدیم المثال اعزاز و اکرام کیوں کرتے رہے؟ ان سے سندیں اور اجازتیں کس خوشی میں لیتے رہے تھے؟

۱۰۔ اس خفیہ ملاقات کے علاوہ کیا انبیٹھوی صاحب نے تصدیق کرنے والے کسی مکی عالم کے پاس جا کر ... انہیں بتایا کہ میں نے مفتی صالح کمال صاحب پر مولوی احمد رضا خاں کا دھوکا واضح کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ بھی مطلع ہوکر اپنی تقریظیں واپس لے لیں اور مابدولت سے کبیدہ نہیں بلکہ بہت خوش ہوجائیں جیسے کہ مفتی صاحب ہوگئے ہیں۔ کیا انبیٹھوی صاحب نے تصدیق کرنے والے مکہ مکرمہ کے کسی ایک عالم کو بھی منہ دکھایا؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو اس روپوشی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

مذکورہ حقائق کی روشنی میں ٹانڈوی صاحب کا مذکورہ بالا بیان من گھڑت، جھوٹ اور ... کے سوا کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

۱۲۔ قرآن کریم میں ایسے سفید جھوٹ بولنے والوں کے لیے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ آیا ہے یا نہیں ؟

۱۳۔ اس درجہ جھوٹ بولنے والا قرآن کریم کے نزدیک لعنتی اور مردود الشہادۃ ہوگا یا شیخ الاسلام ؟

۱۴۔ ایسا شخص جس دارالعلوم کا صدر ہوگا اس مدرسہ کا دیانت و صداقت سے کتنا واسطہ ہوگا ؟

۱۵۔ دریں حالات موصوف کی تصنیف الشہاب الثاقب کسی منصف مزاج کی نظر میں کس درجہ قابل اعتماد ہوگی ؟

واللہ کبھی اہل نظر سے کر تو یہ پوچھو
کیا چیز ہو تم دیکھنے والوں کی نظر میں

دسواں نکتہ

دیوبندی حضرات یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں قطع و برید سے کام لیکر علمائے حرمین شریفین کو دھوکا دیا تھا۔ اگر دیوبندی مناظرین کی اس بات کو تھوڑی دیر کے لیے درست فرض کر لیا جائے تو ہر انصاف پسند اور صورتِ حال سے باخبر قاری یقیناً دیوبندی حضرات سے یہ پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۔ اگر اکابر دیوبند کی زیر بحث عبارتیں واقعی اسلامی ہیں اور انہیں غیر اسلامی بنانا صرف امام احمد رضا خاں کی کارگزاری ہے تو تمام اکابر دیوبند کے پیر و مرشد اور گنگوہی صاحب کے رحمۃ اللعالمین یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) نے مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء) کی کتاب انوار ساطعہ کی تصدیق و تائید تو فرمائی لیکن اس کے رد میں لکھی ہوئی اپنے گنگوہی و انبیٹھوی مریدین کی مشترکہ کاوش بنام براہین قاطعہ کی تائید کیوں نہ فرمائی ؟

۲۔ اگر علمائے دیوبند کی وہ عبارتیں قابل اعتراض نہیں ہیں تو انبیٹھوی صاحب کے خلاف مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) نے مناظرہ بہاولپور کی جو روئداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے شائع کروائی اور ۱۳۰۷ھ میں علمائے

Marfat.com

حرمین نے اس پر تقاریظ لکھیں تو پایۂ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء نے اپنی تقریظ کے اندر اپنے شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا کہ وہ اُمتِ مسلمہ کے مخالف، نام نہاد رشید اور بارگاہِ رسالت کے گستاخ ہیں۔ اُستاد اپنے شاگرد کے متعلق یہ فرما رہا ہے۔ کیا مولانا کیرانوی کو بھی دھوکا دیا گیا تھا؟

۳۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے نامور خلیفہ مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے گنگوہی و انبٹھوی صاحبان کے خلاف تقدیس الوکیل کی تائید فرمائی آخر ایسا کیوں ہوا۔

۴۔ خود حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گنگوہی و انبٹھوی مریدوں کے رد میں لکھی ہوئی کتاب تقدیس الوکیل کی تائید و تصدیق فرمائی۔ کیا قبلہ حاجی صاحب کو دھوکا دے دیا گیا تھا؟

۵۔ علمائے حرمین تو ۱۳۰۴ھ میں انوار ساطعہ کی تائید کے باعث بجملاً اور ۱۳۰۷ھ میں تقدیس الوکیل کے سبب تفصیلاً مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی براہین کرتوت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ دریں حالات ۱۳۲۳ھ میں جب امام احمد رضا خاں نے بھی براہین قاطعہ کی وہی قابل اعتراض عبارتیں پیش کیں جو پہلے پیش ہو چکی تھیں اور علمائے حرمین نے بھی وہی جواب دیا جو قبل ازیں سولہ سال پہلے ۱۳۰۷ھ میں دے چکے تھے تو فاضلِ بریلوی نے علمائے حرمین کو کیا دھوکا دیا؟

۶۔ علمائے حرمین کو امام احمد رضا خاں بریلوی سے ناواقف سمجھنا بھی درست نہیں ہے وہ حضرات صورت سے تو واقعی نا آشنا تھے لیکن ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں ان حضرات نے فاضل بریلوی کے ندوۃ العلماء کے رد میں لکھے ہوئے رسالے فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین پر تقریظیں لکھی تھیں اس وقت سے وہ حضرات فاضلِ بریلوی کی وسیع النظری کے قائل ہو کر آپ کی زیارت کے غائبانہ مشتاق تھے۔ ۱۳۲۳ھ کے اندر چودھویں کا چاند اپنے چاہنے والے ستاروں کی جھرمٹ میں یا چودھویں صدی کا مجدد آسمان علم و عرفاں کے ماہ پاروں کے درمیان جلوہ افروز تھا۔ وہ حضرات صورت کے شناسا تو نہیں تھے لیکن فاضل بریلوی کی عقیدت اُن کے دلوں میں موجزن تھی۔ دریں حالات دھوکا دینے کی بات کہاں تک درست ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اگر دھوکا دیا ہوتا

Marfat.com

تو وہ حضرات کبھی فاضل بریلوی کا اس درجہ اعزاز و اکرام نہ کرتے اور انبٹھوی صاحب اینڈ کمپنی کے آگے کچھ تو گھاس ڈالتے ۔ کیا ہر منصف مزاج اسی نتیجے پر نہیں پہنچے گا کہ دھوکہ دہی کا الزام عائد کرنے والے حضرات خود ہی گم کردہ منزل ہو کر معاندانہ روش کا شکار رہتے ۔ افسوس!

ے

راہزن خضر رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

گیارھواں نکتہ

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو ساری دیوبندی جماعت حکیم الامت، مجدد دین و ملت بلکہ جامع المجددین تک کہتی ہے۔ یہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ مجدد اپنے دور میں دینِ برحق کا عدیم المثال علمبردار اور حق و صداقت کا ایسا بیباک ترجمان ہوتا ہے کہ وہ علمی میدان میں ہر رہزنِ دین و ایمان اور جملہ گمراہ گروں کو ساکت و صامت کر چھوڑتا ہے۔ سرمایۂ ملت کی نگہبانی میں وہ اپنے کام اور اپنی بے پناہ علمیت کے باعث ممتاز نظر آتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو گزشتہ ہر مجدد کی یہی شان نظر آئے گی۔ اگر تھانوی صاحب کو بھی مجدد فرض کر لیا جائے تو فوراً ذہن میں یہ سوالات آ اُبھرتے ہیں۔

۱۔ اگر تھانوی صاحب مجدد ہوتے تو سرمایۂ ملت کی نگہبانی کرتے لیکن اس کے برعکس انہوں نے برضا و رغبت رہزنی کو پسند فرمایا اور کفر و ارتداد کے سمندر میں غوطہ جا لگایا کیا مجدد یہ کام کرتا ہے؟

۲۔ اگر وہ مجدد ہوتے تو امام احمد رضا خاں بریلوی کے دلائل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے اور علمی میدان میں انہیں ساکت و صامت کر چھوڑتے۔ لیکن دیکھا یہی گیا ہے کہ تھانوی صاحب کو ساری عمر میں ایک دفعہ بھی فاضل بریلوی کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ساری عمر میں امام احمد رضا خاں کی کسی ایک دلیل کو غلط یا دعویٰ سے بیگانہ ثابت کر سکے کیا مجدد علمی لحاظ سے اتنا کمزور اور اپنے معاصرین سے پست ہوتا ہے؟

۳۔ دیکھا تو یہی گیا ہے کہ فاضل بریلوی تو رہے ایک طرف۔ تھانوی صاحب کو کسی بھی سُنی عالم کے بالمقابل ہو کر اپنی پوزیشن صاف کرنے کی تادم آخر جرأت نہیں ہوئی کیا مجدد کا یہی

Marfat.com

مقام ہوتا ہے ؟

۴۔ تھانوی صاحب پر کفر و ارتداد کا الزام تھا اور وہ عمر بھر اُس الزام کو غلط ثابت نہ کر سکے۔ کیا ملتِ اسلامیہ کی پوری تاریخ میں ایسا ایک بھی مجدد نظر آتا ہے جس پر ایسا سنگین الزام عائد کیا گیا ہو اور وہ اُسے غلط اور بے بنیاد ثابت نہ کر سکا ہو؟ اگر تھانوی صاحب کے کسی معتقد کے علم میں کوئی ایسا مجدد ہے تو اس کی نشاندہی ضرور فرمائی جائے کیونکہ اس سے یقیناً ہماری معلومات میں اضافہ ہو گا۔

۵۔ اگر تھانوی صاحب اپنے ملک میں شرمانتے تھے تو علمائے حرمین شریفین کے پاس ہی چلے جاتے اور ان سے کہتے کہ آپ نے جو میرے کفر و ارتداد کے فتوے کی تصدیق و تائید کی ہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں کیونکہ ان دلائل و وجوہات کے باعث وہ فتویٰ اور تصدیق و تائید سب غلط ہے۔ لیکن اس کے برعکس تھانوی صاحب نے تصدیق کرنے والے ایک بھی مکی یا مدنی عالم کو منہ نہیں دکھایا۔ کیا شانِ تجدید یہی ہوتی ہے؟

۶۔ اگر تھانوی صاحب یا دیگر اکابر دیوبند کی کفریہ عبارتوں میں ذرا بھی کوئی اسلامی پہلو ہوتا تو یقیناً وہ فاضل بریلوی یا کسی سُنّی عالم یا کسی مکی و مدنی عالم کے روبرو ہو کر کہتے کہ مانا ہماری عبارتوں میں کفریہ معانی بھی پائے جاتے ہیں لیکن فلاں اسلامی معانی بھی موجود ہیں، لہٰذا ہماری ہر عبارت کو اُسی اسلامی پہلو پر محمول کیا جائے کیونکہ آئمہ دین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی قول میں ننانوے پہلو کفر کے اور ایک اسلامی ہو تو اُسے اسلامی پہلو پر ہی محمول کرنا چاہیئے جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ قائل نے کفریہ پہلو ہی مراد لیا ہے — چونکہ ہماری مراد وہی اسلامی پہلو ہے لہٰذا قائل کی مراد کے خلاف ہماری تکفیر غلط ہے اگر ان عبارتوں میں کسی اسلامی پہلو کی رمق بھی ہوتی تو تھانوی صاحب کبھی بھیگی بلی بن کر تھانہ بھون میں نہ پڑے رہتے۔ کیا جو زندگی بھر اپنا اور اپنے اکابر کا مسلمان ہونا ثابت نہ کر سکے وہ مجدد ہوتا ہے؟

۷۔ اگر تھانوی صاحب مجدد ہوتے تو انگریزوں سے چھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ کیوں پاتے؟ وظیفے کا حوالہ اگلی بحث میں آرہا ہے۔ حقیقت یہی سامنے آتی ہے کہ اسی سات ہزار دو سو روپیہ سالانہ کی بدولت تھانوی صاحب اپنے دارالخلافہ تھانہ بھون میں پڑے کفر کی

Marfat.com

کفر ریزی اور کفر خیزی کا کاروبار کرتے اور سیاں بھیے کوتوال اب ڈر کاہے کا" والا نغمہ الاپتے رہے گویا:۔

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا تھا کوئی بے وفا ہوکر

بارھواں نکتہ

مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے حسام الحرمین کو بے اثر بنانے کی غرض سے الشہاب الثاقب نامی کتاب لکھی۔ اگر علمی اختلاف ہوتا اور علمائے دیوبند کے لیے اپنے اکابر کی حمایت میں کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی تو ہر صاحب علم اپنے موقف کو علمی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس معقول راستے کو چھوڑ کر کسی نامعقول راستے پر جانے کو ہرگز اپنی شان کے شایاں نہیں سمجھتا۔ اس کے باوجود ٹانڈوی صاحب حالانکہ اتنے بڑے مدرسے کی اتنی بڑی شخصیت تھے لیکن اپنے اکابر کی طرح وہ بھی معقول راستے کی طرف نہ گئے بلکہ نامعقول راستہ ہی اختیار کیا جس کے باعث انھوں نے اس کتاب کے اندر گالیوں کی وہ دھواں دار بمباری کی کہ بین الاقوامی چیمپئن شپ جیت لی اور جھوٹے الزامات و بہتانات کے ذریعہ سابقہ سارے ریکارڈ توڑ دیئے اور دیکھا کہ اتنے سے بھی کام نہ چلے اس لیے گھڑنت کا کرتب بھی دکھایا مثلاً:۔

۱۔ انہوں نے الشہاب ثاقب کے اندر اپنے ذہن سے دو ایسی کتابیں گھڑیں جن کا دنیا کے پردے پر کہیں وجود نہیں اور خود ٹانڈوی صاحب نے انہیں خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

۲۔ دیانت و صداقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت دیتے ہوئے موصوف نے ان کتابوں کے مطابع، صفحات اور عبارتیں تک اپنے ذہن سے گھڑ لیں تاکہ حق کے علمبردار ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

۳۔ گاندھویت کی ترنگ میں یہاں تک ترقی کی کہ ان گھڑی ہوئی کتابوں سے فاضل بریلوی پر حجت قائم کی کہ مولوی احمد رضا صاحب تم یہ کہتے ہو حالانکہ تمہارے فلاں فلاں اکابر نے اپنی فلاں فلاں تصانیف میں ایسا لکھا ہے۔ اب بتاؤ تم سچے ہو یا تمہارے وہ اکابر سچے تھے؟ ــــ

Marfat.com

معلوم نہیں دیانت و صداقت اور حیا کا یہ کونسا درجہ تھا جس پر ٹانڈوی صاحب فائز ہو گئے تھے۔

موصوف نے اپنی پہلی گھڑنت کا ذکر یوں فرمایا تھا:۔

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کان پور صفحہ ۱۵ میں ارقام فرماتے ہیں کہ علمِ غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جو شخص رسُول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہے وُہ بے دین ہے، اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علمِ غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے"۔ لے

موصوف نے اپنی دوسری گھڑنت کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا تھا:۔

مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں:۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب بالواسطہ تھا اور یہ علی قدرِ مراتب سب کو حاصل ہے اور علمِ غیب مطلق و بالذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف۔ اس میں تاویل اور ہیر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے"۔ ٢ہ

اجمل العلماء، مفتی سنبھل، مولانا محمد اجمل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء) نے ردِ شہاب ثاقب کے اندر دار العلوم دیوبند کے سابق صدر کی اس جعلسازی پر ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء میں گرفت فرمائی اور علمائے دیوبند سے مطالبہ کیا کہ اگر سچے ہو تو یہ دونوں کتابیں دکھاؤ یا اُن کے وجود کا ثبوت فراہم کرو، آج کے دن تک کسی دیوبندی عالم سے نہیں ہو سکا کہ وہ کتابیں دکھا کر یا اُن کا وجود ثابت کر کے اپنے صدرِ دیوبند کو سُرخ رُو کرے اور اس کلنک کے ٹیکے کو ہٹا سکے جو ٹانڈوی صاحب نے اپنی گاندھوی پیشانی پر برضا و رغبت لگایا تھا۔ اسی بے لبی کے عالم میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے برادر زادہ یعنی مولوی عامر عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) کی یہ تک بندی بھی دیدنی ہے:۔

کتاب (ردِ شہابِ ثاقب) کے لب و لہجہ سے وحشت زدہ ہونے کے باوجود اتنا ہم

لے الشہاب الثاقب، مطبوعہ دیوبند، ص ۹۹

٢ہ ایضاً، ص ۹۹

انصافاً ضرور کہیں گے کہ مصنف نے مولانا مدنی (ٹانڈوی صاحب) پر ایک الزام بڑا بھیانک اور فکر انگیز لگایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جن دو کتابوں خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام سے شہابِ ثاقب میں بعض اقتباسات دیئے گئے ہیں وہ فی الحقیقت من گھڑت ہیں۔ جن مصنفوں کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے انہوں نے کبھی ہرگز ہرگز یہ کتابیں نہیں لکھیں .... تاہم یہ قیاسات ہیں بلکہ محض عقلی تُک بندی پر ہیں۔ حق یہ ہے کہ تحقیقی اور معقول جواب یا تو مولانا مدنی کے بلند اقبال صاحبزادے مولوی اسعد طول عمرہٗ کے ذمہ ہے یا پھر ان مریدین و متوسلین کے ذمے ہے جو بجا طور پر مولانا کی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں۔" ۵؎

اس سے پیشتر حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کے منظرِ عام پر آنے سے بوکھلا کر علمائے دیوبند نے جل جُل کر سیف النقی نامی کتاب تیار کی۔ دیوبندی فوج کے ہر جرنیل نے پوری وفاداری سے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور اُسے تیار کر کے مدرسہ دیوبند سے شائع کیا۔ علمائے دیوبند نے دیانت و صداقت کے تمام درجے طے کرتے ہوئے پوری حیاداری کے ساتھ اس کے اندر ساٹھ کتابیں اسی طرح اپنے مقدس اور سراسر پاکیزہ دماغوں سے گھڑیں اور اپنے نورانی ذہنوں سے اُنہیں فاضل بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیا اور پورے روحانی تقدس کے ساتھ ان کتابوں کے مطالع، صفحے اور عبارتیں تک اپنے ملکوتی دماغوں سے ایجاد کیں۔ پھر اُن جعلی اور سراسر من گھڑت کتابوں کی من گھڑت عبارتوں سے امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف حجت قائم کرنے لگے کہ دیکھو تمہارے بڑے تو یوں فرماتے تھے، حالانکہ یہ ساری کارگزاری لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ کی منہ بولتی تصویر تھی۔

اُسی میں دیوبندی فوج کے سارے جرنیلوں نے فاضل بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مُہر اپنے جنتی دماغوں سے گھڑی اور اس پر مہر بنوانے کا سال ۱۳۰۱ھ لکھ دیا۔ جب کہ مولانا نقی علی خاں کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو گیا تھا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اتنے بڑے بڑے دیوبندی عالموں نے یہ شترکہ طور پر جھوٹ بولا یا دروغ گوئی سے کام لیا ہے بلکہ ان حضرات کے ظاہری تقدس نیز جبوں اور عماموں کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیں یہی کہنا پڑے گا کہ مولانا نقی علی خاں

۵؎ ماہنامہ تجلی، بابت فروری و مارچ ۱۹۵۹ء

Marfat.com

سے اپنے وصال سے چار سال بعد ہی مہر بنوائی ہو گی۔ لیکن الیا مان کر علمائے دیوبند کو جعلسازی سے بچاتے ہوئے ہم خود پھنس جائیں گے کہ اگر مولانا علی نقی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے چار سال بعد ہی مہر بنوائی تو اپنی زندگی میں لکھی ہوئی مہری دستخطی فرضی کتابیں اور ان کی فرضی عبارتیں علمائے دیوبند کو کیسے دے گئے تھے؟ بہر حال یہ وہ راز ہے جس کی گتھی کو علمائے دیوبند کی دیانت و صداقت ہی کھول سکتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے سپوتوں، تقدس کے مجسموں کی ایسی ہی کارگزاریوں کے پیشِ نظر مجدد مائۃ حاضرہ کے احباب سے سید عبدالرحمٰن بیتھوی رحمۃ اللہ علیہ کو سن ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں بریلی شریف سے یہ اعلانِ عام کرنا پڑا۔

"ارے دم ہے کسی، تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبٹھی، دیوبندی، نانوتوی گنگوہی، امرتسری، دہلوی جنگلی دکوہی میں کہ اُن من گھڑت کتابوں، ان کے صفحوں، اُن کی عبارتوں کا ثبوت دے اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے۔" ؎۱

اگر دیوبندی حضرات کا تقویٰ و طہارت، انصاف و دیانت اور صداقت و حقانیت سے دور کا واسطہ بھی ہوتا تو وہ ایسی شرمناک اور انتہائی گری ہوئی شعبدہ بازی اور افترا پردازی کے کبھی نزدیک بھی نہ پھٹکتے۔ حقانیت کے علمبرداروں کو خیانت اور جعلسازی کا سہارا لینے کی قطعاً ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ صداقت کے اندر یہ پوری طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنی صداقت کو خود منوا لیتی ہے۔ دریں حالات علمائے دیوبند کے ان شرمناک مظاہروں اور کرتبوں کو دیکھ کر ہر منصف مزاج یہی تو کہے گا۔

رہ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہیں، بعض گم کردہ راہوں میں

تیرھواں نکتہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء)

اکثر اکابر دیوبند کے پیر و مرشد تھے جبکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تو انہیں رحمۃ للعالمین کہتے تھے۔ حاجی صاحب کے تمام مریدین و متوسلین میں مولانا عبدالحق الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ علمی لحاظ

؎۱ - صارم القہار علی کفر الکفار، دیباچہ خالص الاعتقاد، ص ۱۷

Marfat.com

سے سب میں فائق اور قبلہ حاجی صاحب کے معتمد خاص تھے کیونکہ وہ علم و فضل میں اپنی نظیر آپ تھے اور مکہ مکرمہ کے اندر ان کے علمی فیضان کے دریا بہہ رہے تھے۔ یہ بات تو معمولی سمجھ بوجھ والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ فاضل بریلوی یا کوئی دوسرا شخص علمائے دیوبند کے بارے میں مولانا الہ آبادی کو ہرگز دھوکا نہیں دے سکتا تھا کیونکہ نہ وہ علمائے دیوبند سے ناآشنا تھے اور نہ فاضل بریلوی یا متحدہ ہندوستان کے کسی دوسرے سُنی عالم سے ناواقف تھے۔ موصوف نے سب کچھ دیکھ بھال کر امام احمد رضا خاں بریلوی کی توصیف اور علمائے حرمین کی ہم نوائی کی تھی۔ بغیر دیکھے بھالے وہ اپنے پیر بھائیوں کے خلاف ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے۔ چنانچہ حسام الحرمین کے اندر ان کی تقریظ پانچویں نمبر پر ہے۔

فاضل بریلوی کی تائید کرنے والے علمائے مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی صاحب کے دوسرے خلیفہ مولانا شیخ احمد مکی امدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ موصوف نے بھی اپنے پیر بھائی اکابر دیوبند کے کفر و ارتداد کا حکم شرع بیان کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کی اور امام احمد رضا خاں بریلوی کی تائید میں دھوم دھام سے تقریظ لکھی۔ موصوف کی تقریظ کے چند جملوں کا ترجمہ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں:-

حمد و صلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندۂ ضعیف اپنے رب لطیف کے لطف کا امیدوار احمد مکی چشتی صابری امدادی کہ میں اس رسالہ پر مطلع ہوا جو چار دن بیانوں پر مشتمل ہے۔ قطعی دلیلوں سے مؤید اور ایسی حجتوں سے جو قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہیں۔ گویا وہ بے دینوں کے دل میں بھالے ہیں۔ میں نے اُسے تیز تلوار پایا کافر، فاجر، وہابیوں کی گردن پر۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو سب سے بہتر جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا اور اس کا حشر زیر نشان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کرے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ دریائے زخار ہے صحیح دلیلیں لایا جن میں کوئی علت نہیں اور سزاوار ہے کہ اس کے حق میں کہا جائے کہ وہ حق و دین کی مدد کرنے اور بے دینوں سرکشوں کی گردنیں قلع قمع کرنے پر قائم ہے۔ سن لو وہ یہ ہیں عالم فاضل ستھرا، کامل، پچھلوں کا معتمد اور اگلوں کا قدم بقدم، فخر اکابر مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازئ

Marfat.com

عمر سے نفع بخشے (آمین) کچھ شک نہیں کہ یہ طائفے صراحۃً دلیلوں کو جھٹلا رہے ہیں تو ان پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ تو سلطانِ اسلام پر ..... واجب ہے کہ ایسوں کی آلودگی سے زمین کو پاک کرے اور ان کے اقوال و افعال کی قباحتوں سے لوگوں کو بچائے۔" [1]

امدادی بارگاہ کے اس فیصلے کو دیکھ کر یہ شعر بے ساختہ نوکِ قلم پر آگیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

مولانا عبدالحق امدادی الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد یعنی مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) کے ہاشمی تیور اور امدادی جوہر ان کی تقریظ کے ہر لفظ سے عیاں ہیں اور موصوف کی تقریظ میں ایمانی فراست کے مظاہرے کو دیکھ کر ہر منصف مزاج پھڑک اُٹھے گا اور بیساختہ داد دینی پڑے گی کہ متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے کتنے ہی اہل علم حقیقت کی تہہ کو نہ پا سکے لیکن اتنی دور رہتے ہوئے موصوف نے الفاظ کے آئینے میں جھانک کر حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے ۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ حسام الحرمین کے اندر موصوف کی تقریظ چھٹے نمبر پر ہے۔ اُن کی تقریظ کے چند جملوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے۔ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبٹھوی اور اشرف علی وغیرہ اُن کے کفر میں شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں اُنھیں کافر کہنے میں توقف کرے تو اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں کوئی دین متین کو پھینکنے والا ہے اور اُن میں کوئی ضروریاتِ دین کا انکار کرتا ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ تو اسلام میں ان کا نام و نشان کچھ باقی نہ رہا جیسا کہ کسی جاہل سے جاہل پر بھی پوشیدہ نہیں۔" [2]

---

[1] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۹۹ تا ۱۰۱ [2] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۱

Marfat.com

موصوف کی ایمانی فراست کا کرشمہ اُن کے ان لفظوں کے آئینے میں دیکھئے:۔

"مجھے ایسا علم یقین حاصل ہوا جس میں اصلاً شک نہیں کہ یہ کافروں کے یہاں کے منادی (ایجنٹ) ہیں۔ دینِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باطل کرنا چاہتے ہیں" [۱]

مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا واقعی یہ حضرات کسی کی آواز ہو کر رہ گئے تھے۔ چند سکوں اور چند روزہ زندگی کے راحت و آرام کی خاطر ایمان جیسی متاعِ عزیز کو بھی داؤ پر لگا دیا تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ کیا لیکن اُن حضرات کے جُبّوں اور عماموں کے باعث مولوی اور پیر کہلانے کے سبب کتنے ہی مسلمان آج تک دھوکا کھا رہے ہیں اور ان کے پیچھے لگ کر، اُن کی محبت کا شکار ہو کر مفت میں اپنے ایمان کی دولت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ علامہ سید اسمٰعیل مکی نے اُن ہندی لصوصِ دین کے چہروں پر پڑی ہوئی تقدس کی نقاب کو ہٹا کر اسی تقریظ میں یوں حقیقت کا اظہار بھی فرمایا:۔

"حاصل یہ کہ زمین ہند میں سب طرح کے فرقے پائے جاتے ہیں اور یہ باعتبار ظاہر ہے ورنہ وہ حقیقت میں کافروں کے راز دار (ایجنٹ) ہیں اور دین کے دشمن ہیں اور ان باتوں سے ان کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں" [۲]

واقعی یہ انگریزوں کا برطانوی منصوبہ تھا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ان کی اجتماعی قوت کو ختم کر دیا جائے اور دوسری جانب اُن کے کانوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ایسی باتیں ڈالی جائیں جن کے باعث ان کا ایمان اپنی موت مر جائے اور جس ایمانی قوت کے سامنے کفر ٹھہر نہیں سکتا، انگریزوں کے مقابلے پر وہ قوت ہی نہ رہے۔ برٹش گورنمنٹ کے اس منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر جن حضرات نے اپنے دین و ایمان تک کا سودا کر دیا تھا اور اسلامیانِ ہند کو ایمان سے محروم کرنے کا بیڑہ اٹھایا اُن گندم نما جو فروش قسم کی ہستیوں میں یہ پانچوں حضرات سب سے نمبر لے گئے۔ ہندی مسلمانوں کے ایمان و اتحاد کے خرمن میں ان پانچوں حضرات نے جو آگ لگائی وہ آج تک بجھنے میں نہیں آئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اور شدت سے بھڑکتی جا رہی ہے۔ افسوس!

---

[۱] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۱ [۲] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۳

Marfat.com

۵

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہی ملتِ اسلامیہ کے بطلِ جلیل، علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی آفندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۱۳۱۷ھ میں فاضل بریلوی کے رسالہ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین پر تقریظ لکھنے کے وقت سے امام احمد رضا خاں بریلوی کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے اور یادوں کے چراغ جلائے رکھتے تھے۔ جب سات سال انتظار کرنے کے بعد ۱۳۲۳ھ میں اُسی چودھویں صدی کے آفتاب علم و عرفاں کو اپنی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر پایا تو پروانہ وار نثار ہونے لگے۔ فاضل بریلوی کی تائید میں تقریظ لکھتے ہوئے مُجدّد برحق کے بارے میں حق و صداقت کے اس پرستار کا قلم صفحۂ قرطاس پر یوں عقیدت و حقیقت کے موتی بکھیرتا چلا گیا:۔

"میں اللہ عزّوجل کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے، منقبتوں اور فخروں والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ۔ حضرت احمد رضا خاں، اللہ بڑے احسان والا پروردگار اُسے سلامت رکھے، اُن کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لیے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لیے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے۔" ؎۱

مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاگرد مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کی مراجعت کے بعد بھی الدولۃ المکیہ کی تقاریظ کے لیے سب سے بڑھ کر کوشش کی اور عالم اسلام کی مایۂ ناز شخصیت۔ محقق یگانہ، عشقِ رسول کی شمع فروزاں، علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کو الدولۃ المکیہ بھیج کر اور باصرار نامۂ پیام کرکے تقریظ حاصل کی۔ موصوف ہندوستانی عالم اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے

؎۱ حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص: ۱۳۲

Marfat.com

کے علمی و روحانی فرزند تھے۔ موصوف نے اپنی تقریظ کے اندر امدادی کیمپ سے بغاوت کرنیوالے اکابر دیوبند کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے :

حمد و نعت کے بعد میں نے واقفیت حاصل کی الدولۃ المکیۃ کی جو امام، بزرگ، محقق، نکتہ رس، سیدی و ملاذی اس زمانے کے مجدد، عبد المصطفیٰ، ان پر روح و دل فدا ہوں یعنی مولانا احمد رضا خاں، اللہ حنان منان انہیں سلامت رکھے۔ کی تالیف ہے۔ تو جو کچھ جھوٹے وہابی، دروغ باف گنگوہی کے متبعین وغیرہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ سردار (فاضل بریلوی) اللہ ان کا ذکر بلند کرے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خالق ارض و سماء (جل جلالہ) اور باعث تخلیق کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مساوی ہے، یہ صریح جھوٹ۔ بالکل افترا اور بدترین بہتان ہے۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت اور ظالموں کا ٹھکانا بُرا ہے۔ انہیں ملعون اتہامات کو دفع کرنے کے لیے حرمین شریفین کے ہمارے سرداروں اور علماء کی تقاریظ لکھی گئیں۔ ؎[1]

جہاں متحدہ ہندوستان میں امدادی کیمپ سے بغاوت کرنے اور تخریب دین و افتراق بین المسلمین کو اپنا نصب العین و مشغلہ بنانے والے اکابر دیوبند کا اندرون ملک قبلہ حاجی صاحب کے متوسلین نے ناطقہ بند کیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے امدادی علماء نے حضرت کے ایماء و اشارے پر مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگانے والے اکابر کی اسلام دشمنی کا شرعی حکم بیان کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کی۔ وہ اپنی شرعی ذمہ داری کو نبھانے میں علمائے حرمین سے ذرا بھی پیچھے نہیں رہے۔ ان حقائق کو دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت حاجی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے اکابر دیوبند راندۂ درگاہ ہو چکے تھے اور ان مہربانوں کا حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے اکابر دیوبند راندہ درگاہ ہو چکے تھے اور ان مہربانوں کا حضرت حاجی صاحب سے کوئی دینی ایمانی رشتہ باقی رہ نہیں گیا تھا۔ حاجی صاحب موصوف نے اپنی زندگی میں اسے یہی سمجھا ہو گا کہ ان کے متوسلین مر

؎[1] : الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۵۹

Marfat.com

علمی اختلاف واقع ہوگیا ہے جس کا نبی علمائے دیوبند کی غلط فہمی اور بعض مسائل کی حقیقت کو سمجھ نہ پانے کے باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے متوسلین کے درمیان سے اختلاف کی خلیج کو ہٹانے کی خاطر فیصلہ ہفت مسئلہ نامی کتاب لکھی اور اختلافی امور کے بارے میں اپنا عقیدہ و عمل واضح فرما دیا تاکہ جو انہیں اپنا روحانی پیشوا اور پیرو مرشد مانتے ہوں وہ اس کے مطابق اپنا عقیدہ و عمل رکھیں گے اور جو اپنے پیرو مرشد کے عقیدے اور عمل کے خلاف جائیں گے اُن کی بغاوت سب پر خود واضح ہو جائے گی۔

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا رفع اختلاف کی خاطر یہ کتابچہ مکہ مکرمہ سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس آیا اور قبلہ حاجی صاحب نے ان کے لیے حکم بھیجا کہ اسے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس بھیج دیا جائے۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو سرکار گنگوہیت مآب نے اپنے پیر و مرشد کے مرسلہ تمام کتابچوں کو جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ گنگوہی صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ کی جلد کاپیاں جلا دینے کا حکم اپنے شاگرد خواجہ حسن نظامی کو دیا تھا۔ یہ واقعہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی کی زبانی سنیئے اور غیر جانب دار ہوکر معاملے کی تہ تک پہنچیے:۔

نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد کے ہاں زیر تعلیم تھے۔ لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اُس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے اُستاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور اُن سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجی تھیں ان کا کیا ہوا؟ مولانا گنگوہی نے اس کا جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضر الوقت نے کہا کہ علی حسن (خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو۔ مولانا تھانوی نے میاں علی حسن سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں انہوں نے جواب دیا کہ استاذ کا حکم ماننا ضروری تھا اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی میرے پاس محفوظ ہیں حضرت خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا

رہے تھے، فوراً دو آم اٹھا کر مجھے انعام دے۔" ؎

میرا خیال ہے کہ قارئین کرام کو اب یہ سمجھنے میں ذرا بھی الجھن نہیں رہی ہوگی کہ دیوبندی بڑے کے ناخدا یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ان دنوں مقدس اسلام سے بغاوت کر کے برٹش گورنمنٹ کے امام ربانی اور قطب الاقطاب بن گئے تھے۔ اب وہ حکومتِ وقت کے ہاتھوں میں چوں قلم در دستِ کاتب تھے۔ اب تخریبِ دین وافتراق بین المسلمین سے باز آکر اصل اسلام کی جانب لوٹنا ان کے بس کی بات نہیں رہ گئی تھی کیونکہ چند روزہ زندگی کے آرام و راحت کی خاطر انہوں نے دارین کی اپنی ساری متاع فروخت کر دی تھی۔ دریں حالات وہ اپنے پیر و مرشد کی کوئی اسلامی و ایمانی بات ماننے سے مجبور بنے بیٹھے تھے لہٰذا ان حالات میں قبلہ حاجی صاحب کے فیصلے کا ان کی بارگاہ میں وہی حشر ہونا تھا جو گنگوہی صاحب نے کر کے دکھا دیا۔

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موجِ خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

چودھواں نکتہ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) متحدہ ہندوستان کے ایک مایۂ ناز اور بلند پایہ عالم ہو گزرے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور کئی دیگر دیوبندی علماء نے اُن سے علمی استفادہ کیا تھا۔ موصوف کے بارے میں مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے اپنی خلافِ دین و دیانت تصنیف براہین قاطعہ میں لکھا ہے:۔

خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔" ؎

اس عبارت میں انبٹھوی صاحب نے رحمۃ اللہ کیرانوی کو ہمارے شیخ الہند کہا ہے۔ مولانا کیرانوی ۱۸۵۷ء کے بعد مکہ مکرمہ کو ہجرت کر گئے تھے کیونکہ اُس جنگِ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں اُن کی ساری املاک ضبط ہو گئی تھی۔ وہاں انہوں نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی۔ حکومتِ وقت کی جانب سے پایۂ حرمین کا لقب اور قاضی القضاۃ کا عہدہ ملا۔ انبٹھوی صاحب نے اپنی

پچھلے صفحہ کا حاشیہ :۔ ماہنامہ منادی، دہلی، جلد ۳۹، شمارہ ۱۲، ص ۲۲

؎ براہین قاطعہ۔ مطبوعہ جنتل پرنٹنگ پریس دیوبند۔ ص ۲۲

Marfat.com

اسی کتاب میں مولانا کیرانوی کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔

اس آخر وقت میں اب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق اور بہ اقرار علمائے مکہ اعلم ہیں۔" ؎

انبیٹھوی صاحب نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو ۱۳۰۴ھ میں مذکورہ لفظوں کے ساتھ یاد کیا اور کیوں نہ ہو جبکہ موصوف سے کتنے ہی دیوبندی علماء نے علمی استفادہ کیا تھا۔ دریں حالات مولانا کیرانوی کو دیوبندی بریلوی خانہ ساز اختلاف میں ملوث نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کی رائے اور فیصلے کو بے لاگ ماننا ہوگا کیونکہ وہ حق و صداقت پر ہی مبنی ہوگا۔ ان کا تعلق صرف حقانیت و صداقت سے تھا کسی فریق کی حمایت یا مخالفت سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ چنانچہ مولانا کیرانوی نے گنگوہی اور انبیٹھوی صاحبان کے خلاف مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ، (المتوفی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) کی تصنیف لطیف تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھی۔ معزز قارئین پہلے ان کی تقریظ کے چند ابتدائی جملے ملاحظہ فرمائیں۔

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے راجی رحمۃ ربہ المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہ الحنان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک اچھی نہ تھیں اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہوگا اور مولوی عبدالسمیع صاحب جو ان کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا اور مکہ معظمہ میں آنے کے بعد تقریراً بہت تاکید سے منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں اور علمائے دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو۔ پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح متندر رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی ہے، تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے۔ جس طرف آئے اُس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے سونگھا

؎ براہین قاطعہ مطبوعہ دیوبند، ص ۲۶۷

Marfat.com

پیدا ہوتا ہے"۔ ؎

وہی مولانا کیرانوی جو اپنے علمی فرزندوں سے فرماتے تھے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو اور علمائے دیوبند کو اپنے بڑے بھائی سمجھو، جب ان کے سامنے علمائے دیوبند کی تحریریں اور تقریریں متعدد ذرائع سے پہنچیں اور واضح ہوا کہ علمائے دیوبند نے تو اب اہل اسلام کے خلاف محاذ بنا کر علمائے اسلام سے جنگ شروع کر رکھی ہے تو دیوبندی بیڑے کے ناخدا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے بارے میں اُن کی تحریروں کے پیش نظر تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھتے ہوئے اظہارِ حق کے شرعی فریضہ سے یوں سبکدوش ہوتے ہیں:

پھر حضرت رشید نے جو نواسے (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف توجہ کی تھی اس پر بھی اکتفا نہ کیا اور خود ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنہیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اس کے بیان کو حرام تبلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی کیسے ہی ذوق و شوق میں ہو بہت بڑا منکر (بُرا کام) فرمایا۔ اس ٹھہرانے تبلانے فرمانے سے لکھو کھا علمائے صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین اُن کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔ پھر ذاتِ نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی کا اعتبار چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک ٹھہرایا۔

پھر ذاتِ اقدس نبوی ہی پر اکتفا نہ کیا، ذاتِ اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ تعالیٰ کی بڑی صفت کمال کی فرمائی نعوذ باللہ من ہذا الخرافات۔ میں تو ان امور مذکورہ بالا کو بہت برا سمجھتا ہوں اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات

؎ تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵

Marfat.com

نہیں اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کچھ کھلم کھلا تبرا ہوگا لیکن جب جمہور علمائے صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جل وعلا آفرین ان کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی "۔ ؎۱

؎ بھلانے پر بھی قصہ عہد ماضی
بھلایا نہ جائے گا ہم سے نہ تم سے

احقر نے قارئین کرام کی سہولت کے لیے یہ چودہ نکات پیش کر دیئے ہیں جن کے باعث حقیقت کے چہرے پر ڈالے ہوئے کتنے ہی تدبرتہ پردے ہٹ گئے اور ہر منصف مزاج کو حقیقت اپنے اصلی رنگ و روپ میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بے حجاب نظر آنے لگے گی۔ اگر احقر کی یہ چند معروضات ہی سامنے رکھی جائیں تو مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی کی المہند، مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کی الشہاب الثاقب، تمام علمائے دیوبند کی مشترکہ کاوشوں سے گھڑی ہوئی سیف النقی اور رغایۃ المامول، دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی (المتوفی ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء) کی توضیح البیان وغیرہ، دیوبندی حضرات کے مناظر اعظم مولوی محمد منظور نعمانی۔ ایں جہانی کا فیصلہ کن مناظرہ اور فتح بریلی کا دلکش منظر، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی بسط البنان، مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (المتوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کے گالیوں سے لبریز مضامین اور مولوی محمد سرفراز صاحب گکھڑوی کی عبارات اکابر و باب جنت وغیرہ تصانیف سے ان مصنفین کی اسلام دشمنی، انصاف کشی، عناد، ہٹ دھرمی اور دھاندلی صاف نظر آنے لگے گی۔ اللہ جل شانہ ابنائے زمانہ کو سچی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اکابر دیوبند نے اللہ اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان پر حملہ کیا۔ ان مقدس بارگاہوں کے متعلق نازیبا اور گندے الفاظ لکھے اور گندے عقیدے شائع کیے تو یہ امر دیوبندی حضرات کے نزدیک نہ تو قابل اعتراض ہے اور نہ اس کے خلاف وہ کسی کو ایک لفظ بھی کہنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ بلکہ اُن مغلظات کو اسلام کی روح ماننے اور تقویۃ الایمان، سراج الایمان مصباح الایمان نیز حفظ الایمان منوانے پر مصر رہتے ہیں۔

اگر کوئی صاحب علم مسلمان عظمت خدا اور ناموس مصطفیٰ کا دفاع کرنا ضروری سمجھے اور ان کی کوئی

؎۱ تقدیس الوکیل، مطبوعہ لاہور، ص ۹۱

Marfat.com

بھی خلافِ دین و دیانت بات زبان یا قلم پر لے آئے تو یہ حضرات کسی مرحلے پر بھی اس سے درگزر کرنے کے روادار نہیں ہو سکتے۔ مگر ان حضرات کے نزدیک اب یہ ضروری نہیں رہا کہ کوئی خدا کا بندہ یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بن کر رہے، ان کی طرف داری کرے بلکہ دارالعلوم دیوبند کے تیار کردہ اسلام کا اوّلین رُکن یہ ہے کہ ایک مسلمان کو علمائے دیوبند کا ہمنوا ہونا چاہیے اور اس کے بعد خواہ وُہ اللہ اور رسول کو علمائے دیوبند کی طرح گالیاں بھی دیتا پھرے تب بھی اس کے مسلمان ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بس ایسے لوگ مسلمان شمار ہوں گے اور جو اس زمرے سے باہر رہے وہ مشرک قرار پائیں گے، بدعتی کہلائیں گے اور کسی مرحلے پر بھی انھیں مسلمانوں میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

جب علمائے دیوبند پورے خلوص اور کمال تقدس کے ساتھ کفر بیزی، کفر خیزی اور کفر ریزی کر رہے تھے تو علمائے اسلام سے یہ جرم سرزد ہو گیا کہ انہوں نے ان حضرات کے بالمقابل اللہ اور رسول کی شان کا دفاع کرنا شروع کر دیا۔ ان دنوں علمائے اہلِ حق سے جس نے اس جرم کا سب سے بڑھ کر ارتکاب کیا وُہ ہے امام احمد رضا خاں بریلوی کی ذاتِ بابرکات، موصوف کو پروردگارِ عالم نے چودھویں صدی میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی پر مقرر فرمایا تھا اور اس صدی کا مجدد بنایا تھا اس لیے وہ بھی اپنی جگہ پر اس جُرم کا ارتکاب کرنے پر مجبور اور مامور تھے۔

فاضلِ بریلوی کا یہ ایسا فعل ہے جس کے باعث علمائے دیوبند نے انھیں آج تک معاف نہیں کیا اور انہیں سبّ و شتم کا نشانہ بنا کر ہر دیوبندی، خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، وزیر ہو یا در بدر پھرنے والا فقیر، بہر حال اساطینِ دیوبند کی بارگاہوں میں سُرخرو ہونے کی کوشش ضرور کرتا ہے خواہ اللہ تعالےٰ اُسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں شمار کرے یا نہ کرے، ایمان کی دولت اس کے پاس رہے یا نہ رہے لیکن اکابرِ دیوبند کی محبت اور عقیدت اور امام احمد رضا خاں بریلوی کی نفرت و عداوت کا دل میں ہونا ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے تحت ان حضرات کے لیے فاضلِ بریلوی کو مطعون کرنا، بہتان باندھنا اور ان پر الزامات عائد کرنا ایسا ہی ضروری ہو گیا ہے جیسا کہ روافض نے حضرات خلفائے ثلاثہ پر تبرا کرنا اپنے دین کا رکنِ اعظم بنایا ہوا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اکابرِ دیوبند کفریہ عبارتیں لکھنے اور کفریات سے باز آ جاتے اور ان کی نشر و اشاعت

Marfat.com

نہ کرتے اور جب وہ ایسا کر لیتے تو فاضل بریلوی کو ان کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا ہی نہ کرنا پڑتا یعنی،

نہ وہ کفر کرتے نہ تکفیر ہوتی

رضا کی خطا اس میں سرکار کیا ہے

گکھڑوی صاحب کی مزاج پرسی

جید اساطین دیوبند کی طرح ہر دیوبندی عالم کی دین و دیانت اور انصاف وصداقت سے ہمیشہ دشمنی رہی ہے۔ اسی دیوبندگی کے نشے سے چیخنا چور ہو کر آج کل مولوی ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر گکھڑوی کچھ زیادہ ہی اُچھل کُود رہے ہیں۔ معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ موصوف دوسروں سے کچھ زیادہ ہی پی بیٹھے ہیں۔ ان کی علمائے اہلسنّت اور خصوصًا اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین وملت، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات و بہتانات کی دھواں دھار بمباری کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف تو اپنے اسلاف کے بھی کان کترتے جا رہے ہیں۔ گکھڑوی صاحب اگر اپنی تصانیف میں اہلسنت وجماعت پر ناجائز حملے نہ کرتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ انہیں خواہ مخواہ مخاطب کرتے لیکن موصوف کی ڈینگیں اور لن ترانیاں نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ مثلاً انہوں نے اپنی مخصوص ترنگ میں کس ٹھاٹ باٹ سے لکھا ہے:۔

> مولوی احمد رضا خاں کا مزاج نہایت جذباتی اور طبیعت بیحد غلو پسند اور متعصبانہ تھی۔ ان کی عبارات میں اس امر کا واضح ثبوت موجود ہے، اپنے مخالفین اور خصوصًا علماء دیوبند کی تکفیر میں جو طریق انہوں نے اختیار کیا ہے عالم نو در کنار دنیا کا کوئی شریف انسان بھی اس کو اختیار نہیں کر سکتا کہ ان کی مراد اور نیت کے خلاف ان کی عبارات کا مطلب از خود تراشے اور بزور کشید کر کے اُن پر کفر کا فتویٰ لگائے اور پھر ان کی تکفیر نہ کرنے والوں بلکہ شک کرنیوالوں کو بھی کافر قرار دے۔ حالانکہ اکابر علماء دیوبند چلا چلا کر کہتے رہے ہیں کہ جو مطلب تم نے بیان کیا ہے یا تم مراد لے رہے ہو، ہماری ہرگز وہ مراد نہیں اور نہ ہم اس معنی کو صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں۔ انصاف اور دیانت کا تقاضا تو

Marfat.com

یہی تھا کہ خان صاحب اس کے بعد اُن کی تکفیر سے باز آجاتے اور علمائے دیوبند سے معافی مانگ لیتے کہ میں نے غلط سمجھا تھا اور میں اب اپنے سابق غلط فتویٰ سے رجوع کرتا ہوں لیکن خانصاحب نے مرتے دم تک اپنی ضد نہیں چھوڑی اور اکابر علماء دیوبند کی ناروا تکفیر سے باز نہیں آئے۔ ان کی چند عبارت ملاحظہ کریں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔ ع۱ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبٹھوی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں (حسام الحرمین ص۱۳۱، فتاویٰ افریقہ ص۱۰۹) ۔ لہ

اگر گکھڑوی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ معاندلی اور سینہ زوری سے اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں کو اسلامی ثابت کرلیں گے تو یہ اُن کی بھول ہے کیونکہ جسطرح رات کبھی دن نہیں ہوسکتی اسی طرح کفر کبھی اسلام ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر علمائے دیوبند کو اپنی ہٹ دھرمی اور غیر متعصب برٹش گورنمنٹ ابد قرار اور سراسر بُت پرست گاندھوی سرکار سے وظیفوں اور نذرانوں کے بدلے اسلام دشمنی اور حق و صداقت کا منہ چڑانے کی ڈیوٹی ملی ہوئی ہے تو بفضلہ تعالیٰ اہل حق کو حق و صداقت کا علم بلند رکھنے نیز عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کا دفاع ان حضرات کی ذمہ داری ہے جسے وہ قیامت تک ادا کرتے رہیں گے اور وہ اپنا فریضہ ادا کرنے سے کبھی نہیں رُک سکتے خواہ ان کے راستے میں میدان کربلا آئے یا قلعہ گوالیار۔ لہٰذا

ہاں چاہتے ہیں کہنا کچھ اپنی لے میں ہم بھی
نغمہ نوروز رکھ دے اب سازِ لن ترانی

لہ عبارات اکابر، مطبوعہ لاہور، بار اوّل ۱۳۹۲ھ، ص ۱۸ تا ۲۰

Marfat.com

چل مرے خامہ بسم اللہ

اوّلاً۔ مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمائے ہند کے علاوہ علمائے حرمین طیبین نے تائید و تصدیق کی نیز ان حضرات کے پاکیزہ تاثرات اور اعزاز و اکرام کے الفاظ فتاویٰ الحرمین، حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، الاجازات المتینۃ اور کفل الفقیہ وغیرہ کتب و رسائل میں موجود ہیں جن کی ایمان افروز، خارجیت سوز جھنکار سے سارا عالم اسلام گونج رہا ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی بناوٹ ہوتی تو علمائے حرمین کو یہ مطبوعہ کتابیں دکھا کر ان حضرات سے تردید کروائی جا سکتی تھی جب مخالفین کسی تصدیق کرنے والے کی یا مدنی عالم سے ایسا ایک بیان بھی حاصل نہیں کر سکے تو مبتدعینِ زمانہ کا فاضلِ بریلوی کے خلاف شور مچانا کسی منصف مزاج کے نزدیک کرتے کی بے مقصد کائیں کائیں سے کتنا مختلف ہو سکتا ہے؟

ثانیاً۔ اکابر دیوبند نے خود کفریہ عبارتیں لکھیں، خود انہیں سالہا سال تک شائع کرتے رہے۔ علمائے اہلسنت کی جانب سے متواتر مؤاخذہ ہوتا رہا، رد و تردید میں ملک کے گوشے گوشے سے کتب و رسائل شائع ہوئے۔ اعلیٰ حضرت بھی تحریری طور پر ان حضرات کو سمجھاتے اور کفریات کو برابر واضح کرتے رہے۔ جب دیکھا کہ وہ اپنے کفریات پر مُصر ہیں اور اس کے باوجود کہ وہ اپنی کسی عبارت میں کوئی اسلامی پہلو نہیں دکھا سکے، پھر بھی عبارتوں کو بدل کر اسلامی بنانے اور اُن سے رجوع کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو مسلمانوں کو اُن کے کفریات میں ملوث ہو کر ایمان کی دولت برباد کرنے سے بچانے کی خاطر اکابر دیوبند کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کرنا پڑا۔ یہ سب کچھ عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کے دفاع میں اہلِ اسلام کی خیر خواہی کے لیے کیا۔

Marfat.com

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ دیوبندی حضرات کسی مرحلے پر اسے معاف کرنے کے روادار نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے باعث عبارات اکابر کے مصنف کو تو چودھویں صدی کا مجدد اور سرمایہ ملت کا نگہبان ایک شریف انسان ہی نظر نہیں آتا۔ اکابر دیوبند نے اللہ اور رسول کو گالیاں دیں تو انہیں توبہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ جس نے یہ ثابت کیا کہ ان لوگوں نے اللہ و رسول کو گالیاں دے کر اپنے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کر لیا ہے، اُسے چاہیئے تھا کہ علمائے دیوبند سے معافی مانگ کر یہ عہد کر لیتا کہ آئندہ آپ اللہ و رسول کو جتنی چاہیں گالیاں دیں لیکن میں نہیں بولوں گا۔ جتنے مسلمانوں کو چاہے کفر کے سمندر میں ڈبو دیجئے لیکن میں آپ حضرات کے تقدس میں چھپے ہوئے کفریات کے پردے نہیں کھولوں گا۔

اکابر دیوبند نے اللہ و رسول کو مغلظات سنائیں لیکن دیوبندی حضرات کے نزدیک وُہ شریف انسان ہی نہیں بلکہ شرافت کے پیکر اور اسلام کے ایسے علمبردار تھے کہ اسلام قائم ہی اُن حضرات کے دم قدم سے تھا۔ افسوس! جن حضرات نے انصاف و دیانت کا یوں سر بازار خون کر دیا ہو وُہ چاہیں تو اللہ اور رسول کی شان پر حملہ کرنے والوں کے سر پر بزرگی کی تاج رکھیں اور چاہیں تو عظمت خداوندی و شانِ مصطفوی کا دفاع کرنے والوں کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیں کیونکہ جو اپنے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا ہو رہا اُس نے ہر بات کو اسی زاویۂ نظر سے دیکھنا ہے جبکہ ایک مسلمان کا زاویہ نظر اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ہوتا ہے۔ یہ دونوں نظریے متضاد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہوتا ہے؛ دریں حالات:-

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا

ہم اُلٹے، بات اُلٹی، یار اُلٹا

جو حضرات دیوبندیت و بریلویت کے خول سے باہر نکل کر اور اس دَور کی نفرت و محبت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اللہ جل شانہٗ کے بندے اور نبی آخر الزمان سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بن کر ان کفریہ عبارتوں کو بغور دیکھیں تو ہر منصف مزاج کو آفتاب نیمروز کی طرح یہی نظر آئے گا۔۔

وفا کے بھیس میں بیٹھے تھے، یا کیوں بے وفا ہو کر

Marfat.com

ثالثاً ۔ مصنف صاحب کا یہ کہنا کہ :۔ " اکابرِ دیوبند چلا چلا کر کہتے اور لکھتے رہے ہیں کہ جو مطلب تم نے بیان کیا ہے یا جو تم مراد لے رہے ہو ہماری ہرگز وہ مراد نہیں "۔

گکھڑوی صاحب ! ذرا عباراتِ اکابر کے مصنف سے کہیے تو سہی کہ وہ کفریہ عبارتیں اُردو زبان کی ہیں کوئی لاطینی یا عبرانی زبان کی نہیں ہیں کہ ان کے سمجھنے والے ہی نایاب ہوں۔ ہر پڑھا انسان ان عبارتوں کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ علاوہ بریں وہ کوئی پہیلیاں یا بجھارتیں نہیں ہیں کہ گتھیاں سلجھانی پڑیں گی بلکہ سیدھی سادی عبارتیں ہیں اور ان عبارتوں کے وہی مفہوم و مطالب لیے جا سکیں گے جو ہر عاقل و مُنصف کے نزدیک ان عبارتوں سے نکل رہے ہیں۔ اگر کوئی مخطل کہے اور بتائے کہ میری مراد مالٹا ہے یا کوا کھائے اور کبوتر بتائے تو ایسی شعبدہ بازی کسی عاقل کے نزدیک کب قابلِ قبول ہے ؟ ایسی مراد کوئی چلا چلا کر بتائے یا دیواروں سے ٹکریں مار کر کہے پھر بھی نامراد ہی رہے گا کیونکہ مفہوم کا عبارت کے اندر ہونا ضروری ہے۔

اگر ان اکابرِ دیوبند کا مقصدِ حیات کافر گری ہو کر نہیں رہ گیا تھا تو وہ عبارتیں آسمانی وحی نہیں تھیں کہ ان میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی تھی بلکہ چند مولویوں کی عبارتیں تھیں اور فریقِ ثانی کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ ان کا مفہوم کفریہ ہے لہٰذا انھیں بدل کر اسلامی بنا لیجیے۔ اگر نیت میں کھوٹ نہ ہوتا اور کسی کے ہاتھوں میں چوں قلم در دستِ کاتب نہ ہو گئے ہوتے تو چند لفظوں کی تبدیلی میں رکاوٹ کیا تھی ؟ ان عبارتوں کو خود یا ردّ و بدل کر تبدیل کر لیتے تو سارا قضیہ ہی ختم ہو جاتا اور اُن مہربانوں کی بھڑکائی ہوئی فتنہ فساد کی آگ اُسی وقت بجھ جاتی جس نے مسلمان کہلانے والوں کے خرمنِ اتحاد میں آگ لگائی ہوئی ہے اور مدعیانِ اسلام آج تک اہلِ سنت و جماعت کہلانے کے باوجود آپس میں دست و گریبان چلے آتے ہیں۔

اگر اکابرِ دیوبند ایسا کر لیتے اور اس کے باوجود مواخذہ کرنے والے باز نہ آتے تو ہر عاقل یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ معترضین کی نیت میں کھوٹ ہے اور وہ مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں۔

دُنیا نے دیکھا کہ اکابرِ دیوبند مرتے وقت تک اپنی کفریہ عبارتوں کو اسلامی بنا لینے پر آمادہ نہیں ہوئے اور عمر بھر اختلاف کی آگ کو بھڑکاتے اور مسلمانوں کے خرمنِ اتحاد میں آگ ہی لگاتے رہے

Marfat.com

دریں حالات کون یہ سمجھنے پر مجبور نہیں ہوگا کہ وہ حضرات ظاہری تقدس کے لبادے میں چھپ کر تخریب دین وافتراقِ بین المسلمین کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔

رابعاً۔ عباراتِ اکابر کے مصنف نے جو لکھا ہے کہ فلاں صورتِ حال کے بعد خاں صاحب بریلوی کو چاہیے تھا کہ علمائے دیوبند سے معافی مانگ لیتے اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے۔

گکھڑوی صاحب! اپنے اونچی چوٹی کے مصنف کو بتا دیجئے کہ حضور والا! اگر آج بھی آپ اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں کو اسلامی ثابت کر دیں تو اختر شاہجہان پوری وعدہ کرتا ہے کہ وہ اخبارات و رسائل میں یہ اعلان شائع کروا دے گا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی واقع ہو گئی تھی۔ اس کے برعکس مصنف صاحب اپنے اونچی چوٹی اور گاندھوی لنگوٹی کے سارے دیوبندی علماء کے تعاون سے بھی ان عبارتوں کو اسلامی ثابت نہ کر سکیں تو اپنے نانوتوی گنگوہی، انبیٹھوی اور تھانوی اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہ کو ترک کر کے مسلمان ہونا پڑے گا اور اخبارات و رسائل میں یہ اعلان شائع کروانا پڑے گا کہ اپنے اِن فلاں فلاں مولویوں کو ہم آج تک بزرگ مانتے رہے لیکن ہم پر واضح ہوگیا ہے کہ وہ چاروں تو اسلام و مسلمین کے پُرا سرار دشمن ہو کر اسلام کے دائرے سے برضا و رغبت نکل گئے تھے۔

گکھڑوی صاحب! اگر آپ کے بلند بانگ مصنف صاحب ایسی تحریر دینے کے لیے تیار ہوں تو جلد از جلد بسم اللہ کریں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے، افہام و تفہیم کی خاطر اس عاجز کے ساتھ تحریری گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھ لے گی کہ آپ کے مصنف صاحب اور اُن کی ساری دیوبندی برادری کے جملہ بلند بانگ دعاوی کے سارے جوہر کھل جائیں گے۔ حق و باطل ایسا کرنے سے میزانِ تحقیق و انصاف پر تُل جائیں گے اور علمی دھاندلی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا۔

فلک کو ابھی دل جلوں سے پڑا کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

گکھڑوی صاحب! شاید آپ کے مصنف صاحب نے یہ باطل سوز شعر آج تک سنا نہیں ہے۔

Marfat.com

ہ کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

خامساً ۔ گکھڑوی صاحب! ذرا عبارتِ اکابر کی مذکورہ پیش کردہ عبارت ملاحظہ فرمائیے ۔ اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ موصوف نے حسام الحرمین صفحہ ۱۳۱ اور فتاوٰے افریقہ ، صفحہ ۱۰۹ سے نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہے ۔

جنابِ عالی! ذرا حسام الحرمین اور فتاویٰ افریقہ میں اس عبارت کو ایک مرتبہ اور دیکھ لیجئے ۔ اگر یہ عبارت فاضل بریلوی کے بجائے علمائے مکۂ مکرمہ سے محافظِ کتبِ حرم اور اسلام کے بطلِ جلیل، علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل کی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء) کی تقریظ کے ان لفظوں کا ترجمہ ہو جن کے ذریعے موصوف نے اکابر دیوبند کے بارے میں حکمِ شرع بیان فرمایا تھا، تو اپنے قبیلے کے اونچی چوٹی کے مصنف صاحب کو اس علمی خیانت کی دل کھول کر داد تو دے دینا، جو اہلِ حق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بول رہے ہیں، مطلقاً اس کرتوت پر نہیں شرماتے اور نہ ارشادِ خداوندی لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کو ذرا بھی خطرے میں لاتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب! کیا ایسا دروغ گو اور گندم نما جو فروش از روئے شرع مردود الشہادۃ اور ناقابل اعتبار نہیں ہوتا ؟ کیا حق و باطل کا فیصلہ کرنا ایسے ہی فنکاروں اور شعبدہ بازوں کا کام ہے ؟

سادساً ۔ علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اظہارِ حق سے معلوم نہیں سومناتِ نجد کے ہر دلیر کا بند بند کیوں کانپ اٹھتا ہے ؟ کیوں اُن کی عبارتوں کو دوسروں کے سر منڈھنے کا فراڈ کیا جاتا ہے ؟ حالانکہ علامہ موصوف تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فرزند تھے ، جن کے ساتھ علمائے دیوبند اپنا روحانی رشتہ بڑے فخر سے ثابت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ کہیں وہ رشتہ ناطہ محض ہاتھی کے دکھانے والے دانت تو نہیں ورنہ

Marfat.com

خوفِ خدا اور شرمِ نبی کے باعث نہ سہی لیکن قبلہ حاجی صاحب کی علمی بارگاہ کا تحفہ سمجھ کر ہی علامہ موصوف کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کے سامنے وہ کونسی مصلحت تھی جو اُن کو حق کے قبول کرنے سے باز رکھے ہوئے تھی جس کے باعث ان مہربانوں میں یہی مردانگی اور دینداری رہ گئی تھی کہ جیتے جی حق کو باطل اور باطل کو حق بتلاتے رہے دریں حالات :-

کہنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

سابعاً۔ مصنف صاحب یہ بھی تاثر دے رہے ہیں کہ اللہ اور رسُول (عز جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والے اُن چاروں علمائے دیوبند کو صرف چند بریلوی علماء ہی کافر سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک اکثر علمائے اہلسنت نے ان کی تکفیر نہیں کی اور توقف کرنے والے تو بیشمار تھے۔

گکھڑوی صاحب! ذرا عباراتِ اکابر کے مصنف کی عقل کے ناخن تو لیجئے۔ علمائے پاک و ہند کی تصدیقات پر مشتمل الصورم الہندیہ نامی کتاب آپ نے یقیناً پڑھی ہوگی، کیا وہ دو سو اڑسٹھ [۲۶۸] علمائے کرام بھی چند ہیں؟ حالانکہ ہم اس تعداد کو بفضلہٖ تعالیٰ کئی گنا بڑھا بھی سکتے ہیں۔ لیکن ہماری فہرست کے علماء تو سینکڑوں کی تعداد میں بھی چند ہی شمار ہونگے لہٰذا ہم مصنف صاحب کی فہرست ہی دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ واقعی تکفیر نہ کرنے والے علماء بیشتر اور توقف کرنے والے تو بیشمار نکل آئے۔ دیکھتے ہیں کہ مصنف کی طرف سے اُن بیشتر اور بیشمار علماء کی فہرستیں کب تک منظرِ عام پر آتی ہیں:-

؎ خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

مصنف صاحب نے اپنی دوسری تصنیف میں مفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کو للکارتے ہوئے خوب جوانمردی دکھائی اور پیشِ خویش اپنے

Marfat.com

اکابر کا سارا قرضہ چکا دیا۔ جو فرما دیا اُسے حرفِ آخر سمجھ لیا، جتنے مغالطے دیئے انہیں اب جنت سمجھا، جتنا آسمان کی طرف تھوکا اُسے دوسروں کے منہ میں گرتا ہُوا سمجھا، جتنی چاند کی طرف دھول اُڑائی اُسے تحقیق کا جوہر قرار دے کر سمجھ بیٹھے کہ آسمان میں تھگلی لگا دی ہے اب ان کی ڈیڑھ گرہ کوئی کھول نہیں سکے گا۔ ان کی ایٹمی عبارت کے تیور ملاحظہ ہوں:-

مفتی صاحب نے دیوبندی مظلوموں پر کفر و ارتداد کا ظالمانہ نشتر چلاتے ہوئے بے دھڑک علمائے عرب و عجم کا نام استعمال کیا ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی انتہائی جیانت ہے۔ بات اصل میں یہ تھی کہ انگریز کے زمانے میں ایک خاص مصلحت کے پیشِ نظر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کو قطع و برید کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف فتویٰ لیا اور حسام الحرمین کے نام سے وُہ شائع کیا تھا۔ لیکن جب اکابر علمائے دیوبند کو اس مکاری کا علم ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھ کر علمائے حرمین اور شام و فلسطین وغیرہ کو بھیجے۔ انہوں نے وُہ پڑھ کر خانصاحب بریلوی پر صد نفریں کی اور اکابر علمائے دیوبند کو پکا مسلمان اور سُنی مسلمان کہا اور ان اکابر کے عقائد اور علمائے حرمین وغیرہ کے فتویٰ کتاب المہند علی المفند میں مذکور ہیں جو ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ سے مسلسل کئی بار طبع ہوئی اور اب صرف اردو میں عقائد علمائے دیوبند کے نام سے متعدد مقامات سے وہ کتابچہ شائع ہو چکا ہے اور اس کے بعد حرمین اور عرب وغیرہ ممالک کے کسی معتبر عالم نے دیوبندیوں کی ہرگز تکفیر نہیں کی۔ اگر مفتی صاحب میں دَم خم ہے تو اس کے بعد کے علمائے حرمین اور عرب کی المہند علی المفند کی طباعت کے بعد کی تکفیر بتاتے اور اب بھی ہمت ہے تو بتا دیں۔" ؎۱

گکھڑوی صاحب! آپ نے مصنفِ بابِ جنت کے بلند بانگ دعاوی ملاحظہ فرمائے ان کی ڈینگیاں اور لن ترانیاں سُن لیں۔ بس جو کچھ انہوں نے فرما دیا گویا وہ ثابت ہو گیا کیونکہ ان کے ارشادات کو کسی ثبوت کی ضرورت بھی کیا ہے اور آخر لوحِ محفوظ سے وہ کتنے دور رہتے ہیں کہ کسی خارجی ثبوت کی ضرورت پیش آئے۔ بہرحال محض احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی خاطر یہ فقیر اپنے ربِ قدیر اور اس کے حبیب لبشیر و نذیر (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

؎۱ بابِ جنت، مطبوعہ لاہور، طبع اول، ص ۳۶۔

Marfat.com

کی تائید و اعانت کے بھروسے پر میدانِ تحقیق میں قدم رکھتا اور یہ کہتا ہوا اپنے رہوارِ قلم کو اذنِ خرام دیتا ہے۔

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

گکھڑوی صاحب! آپ ذرا باب جنت کے مصنف کو بتادیں کہ اے ساتھی! ابرہہ کے ہاتھی! وہ دیکھ خدائی فوج ظفر موج کا ایک ابابیل (اختر شاہجہان پوری) آج آیات محکمہ سنتِ قائمہ اور فریضۂ عادلہ کی تین کنکریاں لے کر عین آنجناب معلی القاب کی نجدی چندیا پر منڈلا رہا ہے۔ اب حضور والا بھی کعصفٍ مّاکول ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ پھر نہ کہنا کہ مجھے تو خبر ہی نہ ہوئی۔

اولاً۔ مصنف صاحب غور تو فرمائیں کہ علمائے دیوبند نے خود ہی برضا و رغبت غیر اسلامی روش اختیار کی کہ مسلمان کہلانے اور صاحبانِ جُبّہ و دستار ہونے کے باوجود اللہ اور رسول کو گالیاں دیں، خود ہی ان گالیوں اور سراسر غیر اسلامی عقیدوں کو بڑے اہتمام سے شائع کرتے رہے۔ ان حالات میں علمائے اہلسنت کے سمجھانے بجھانے، خوفِ خدا اور خطرہ روزِ جزا یاد دلانے کے باوجود بھی ان کفریہ عبارتوں کو اسلامی بنانا گوارا نہ کیا اور نہ جیتے جی ان کفریہ عبارتوں سے توبہ کی۔ اس پر علمائے عرب و عجم نے تو ازراہِ خیر خواہی صرف مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ فلاں فلاں حضرات غیر اسلامی راستے پر گامزن ہو کر رہنما کی جگہ رہزنِ دین و ایمان ہو گئے ہیں لہٰذا ان کے پیچھے لگ کر اپنے ایمان کی متاعِ عزیز ضائع نہ کر بیٹھنا۔ یہ اللہ اور رسول کی طرف سے مسلمانوں کی خیر خواہی میں فرض عاید ہوتا تھا جو اُن حضرات کو ادا کرنا چاہیے تھا۔

باب جنت کے مصنف کو شکایت ہے کہ مسلمانوں کو خبردار کرنے والے علماء نے اپنا شرعی فریضہ کیوں ادا کیا؟ اُن کے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کو سربازار ننگا کیوں کیا، ان کے چہروں پر ظاہری تقدس کی پڑی ہوئی نقاب ہٹا کر اُن پانچوں حضرات کے مکروہ چہرے ساری دنیا کو کیوں دکھائے؟ گویا اللہ اور رسول کو گالیاں اور انہیں پورے اہتمام سے

Marfat.com

شائع کرنا ترقئ درجات کا زینہ تھا۔ عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی پرحملہ کرنے کا اُن حضرات کو پیدائشی حق حاصل تھا اور ایسا کرنے سے اُن کے دین وایمان کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا بلکہ اُن کی بزرگی کے آسمان میں گویا اور چار چاند لگ گئے۔

کاش! بابِ جنت کے مصنف نے اس تصادم کے دونوں فریقوں کا پہلے تعین کر لیا ہوتا تاکہ معاملے کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔ آیئے ہم بتاتے ہیں کہ اس تصادم کا فریقِ اوّل اکابر دیوبند ہیں جنہوں نے اللہ اور رسُول کی شان پر ناپاک حملے کیے۔ فریقِ ثانی اللہ اور رسُول ہیں جن کی شان پر حملے ہوئے۔ کیا مصنف صاحب کلیجے پر ہاتھ رکھ کر بتانے کی جرأت کریں گے کہ وہ فریقین میں سے کس کو ظالم سمجھتے ہیں؟ کاش! دیوبندی حضرات یہ فیصلہ دنیا میں ہی کر لیں تو سب سے زیادہ خود اُن کا اپنا بھلا ہوگا کہ وہ عقبیٰ میں عاقبت برباد کرنے کے وبال سے بچ جائیں گے واللہ ولی التوفیق

اگلا مرحلہ فریقین کی حمایت، اور طرف داری کرنے والوں کا ہے۔ اکثر علمائے کرام نے اللہ اور رسُول کا حمایتی بن کر حملہ آوروں سے مقابلہ کرنا اپنا اسلامی اور ایمانی فریضہ شمار کیا اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لے آئے جبکہ بعض صاحبان جو تب وہ بھی تھے اور ہیں کہ جنہوں نے عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کو نظر انداز کرتے ہوئے اللہ اور رسُول کے دشمنوں یعنی اپنے حملہ آوروں کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ اللہ اور رسُول کے خلاف صف آراء ہونا منظور کر لیا لیکن اپنے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی حمایت سے دست بردار ہونا کسی مرحلے پر بھی پسند نہیں ہے۔

اس قضیے کو صرف علمائے دیوبند اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جھگڑا قرار دینا محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ یہ اس المناک کتاب کا ایک باب تو ضرور ہے لیکن اس تصادم کی بنیاد تو یہی ہے کہ اکابر دیوبند نے عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی پر حملے کیے اور جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے تو اپنی اس ظالمانہ اور غیر اسلامی روش سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔ اسی کے پیشِ نظر علمائے عرب وعجم نے اُن حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا۔

Marfat.com

اسی حقیقت کو اگر مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نوکِ قلم پر لے آئے تو انہوں نے کونسی خیانت کا مظاہرہ کیا ؟ مفتی صاحب یا کسی بھی سُنّی عالم کو علمائے دیوبند پر ظالمانہ نشتر چلانے کی نہ اس سے پہلے کوئی ضرورت تھی اور نہ آج ہے بلکہ انسانی ہمدردی کے تحت رونا تو اس بات کا ہے کہ اکابر دیوبند کو اپنی جانوں پر اتنا ظلم نہیں کرنا چاہیے تھا کہ چند کھوٹے سکوں اور چند روزہ زندگی کے آرام و راحت کے بدلے کفر و ارتداد کے کڑوے پیالے برضا و برغبت پی گئے اور ڈکار تک نہ لی ۔ کاش ! وہ ایسا نہ کرتے کیونکہ اسی المیہ کے باعث اہلسنت کہلانے والے آپس میں دست و گریباں چلے آ رہے ہیں اور اُن حضرات کے پیچھے لگ کر ہزاروں لاکھوں مسلمان اپنے ایمان کی دولت کو برباد کر چکے ہیں وَاللّٰہُ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

ثانیاً۔ مصنف صاحب اس عبارت کے ذریعے یہ تاثر بھی دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا خاں بریلوی نے گویا حکومت کے ایماء پر علمائے دیوبند کی تکفیر کی تھی ۔ حالانکہ یہ صاحب کا ایسا الزام ہے جس کی صحت پر وہ اپنی ساری زندگی میں ایک دلیل بھی قائم نہیں کر سکیں گے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن پانچوں حضرات کی تکفیر محض اُن کی کفریہ عبارات اور غیر اسلامی عقائد و نظریات کے باعث ہوئی تھی ۔ مصنف صاحب اس میں خواہ مخواہ سیاسی رنگ بھرنا چاہتے ہیں ۔ اگر اس تکفیر میں حکومتِ وقت کا ذرا سا اشارہ بھی ہوتا تو برٹش گورنمنٹ کے خود کاشتہ پودا یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہرگز تکفیر نہ کی جاتی ۔ اس تکفیر نے تو انگریزی حکومت کو اتنا نقصان پہنچایا کہ شاید ۱۸۵۷ء کے بعد کی پوری نوّے سالہ تاریخ میں سے اتنا نقصان سب ملکر نہ پہنچا سکے ہوں کہ اُس کی پراسرار شطرنج کے مہرے مات ... اُس کے وُہ خود کاشتہ پودے جو تناور درخت ہو چکے تھے ... بریلی ... نے جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا ۔ برٹش گورنمنٹ کے پراسرار جنرل ایجنٹوں کو ساری ... سامنے ننگا کر دکھایا ۔

ثالثاً۔ ہو سکتا ہے کہ مصنف صاحب اس بات پر چیں بجبیں ہوں کہ اکابر دیوبند ...

Marfat.com

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح برٹش گورنمنٹ کے ایجنٹ کیوں کہدیا اور عین ممکن ہے کہ وہابی حضرات کے شبانہ روز غلط پروپیگنڈے کے باعث بعض قارئین بھی ہمارے اس بیان سے اتفاق نہ کریں۔ ایسے جملہ حضرات کی خدمت میں ہم خود علمائے دیوبند کی تصانیف ہی سے چند عبارتیں پیش کر کے قارئین کرام سے انصاف کے طلب گار ہوں گے۔ دیوبندی حضرات کی مشترکہ کوششوں سے تیار کی ہوئی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح حیات میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے متعلق ایک واقعہ یوں مرقوم ہے:۔

ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی) اور طبیبِ روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے اور بندوقچیوں (حریت پسندوں) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لیے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت وجوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ (گنگوہی صاحب) پر فیر ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔[1]

گکھڑوی صاحب! ذرا بابِ جنت کے مصنف سے پوچھئے تو سہی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں کیا یہ امام احمد رضا خاں بریلوی اور اُن کے آباء اجداد یا اساتذہ و مشائخ حریت پسندوں سے مقابلہ کر رہے تھے یا مصنف کے وہ اپنے ہی اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ تھے؟

جو سرکار کے مخالف باغیوں سے لڑنے والا اور اپنی سرکار پر جان قربان کرنے والا گروہ بھلا کن افراد پر مشتمل تھا؟ ذرا ملک و ملت کے ان باغیوں، بدخواہوں اور جعفر بنگال و صادق دکن کے جانشینوں کے نام صفحۂ دل پر لکھ دیجئے جو مسند سے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔ گکھڑوی صاحب! ذرا بابِ جنت

---

[1] تذکرۃ الرشید حصہ اول مطبوعہ کراچی، ص ۷۴، ۷۵

کے مصنف سے اتنی اپیل تو کر دیجئے۔

رہزنوں اور رہبروں کو غور سے پہچان کر
مولوی جی منصفی کرنا خدا کو مان کر

گکھڑوی صاحب! باب جنت کے مصنف کو بتا دیجئے کہ اگر انہوں نے اس تکفیر کے خاکے میں رنگ بھرنا ہی تھا تو انصاف و دیانت سے کام لیکر یوں بھرنا چاہیئے تھا۔

"انگریزوں نے اپنی سیاسی مصلحت کے تحت وظیفوں اور نذرانوں سے مالا مال کرکے قادیانی، نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی اور تھانوی صاحب سے کفریہ عبارتیں لکھوائیں، مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگوائیں جن کے باعث ایک جانب مسلمان اپنے ایمان کی دولت سے محروم ہونے لگے اور دوسری جانب آپس میں سر پھٹول ہونے کے باعث اجتماعی قوت کمزور ہوگئی اور یوں برٹش گورنمنٹ نے اپنے ان پُر اسرار ایجنٹوں کے ذریعے اپنا سیاسی مقصد پورا کیا۔" اگر مصنف صاحب ایسا لکھتے تو ان کا بیان حقیقت پر مبنی ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو انصاف و دیانت سے کوئی سروکار نہیں جتنا اپنے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی بارگاہوں میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے سے سروکار ہے۔

گکھڑوی صاحب! آپ باب جنت کے مصنف کو ان کے روحانی پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آنجہانی کے بارے میں ان کے سوانح نگار مولوی عاشق الہٰی میرٹھی دیوبندی کا یہ فیصلہ کن اور واضح بیان تو سنا دیں جو میرٹھی صاحب نے نے گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی کے بارے میں بقلم خود لکھا ہے:

"جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔" [۱]

گکھڑوی صاحب! آپ نے مصنف باب جنت کے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا حال ملاحظہ فرما لیا۔ لگے ہاتھوں مصنف صاحب سے اتنا تو پوچھ لیجئے کہ حضور والا! انگریز جیسے اسلام کے ازلی دشمنوں، مسلمانوں کے بدخواہوں کو کونسے خدا ران ملت اپنی مہربان

---

[۱] تذکرۃ الرشید، حصہ اول، مطبوعہ کراچی، ص ۷۹

Marfat.com

سرکار کہتے رہے۔ وہ کونسے لصوص دین تھے جو برٹش گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ بن کر رہے۔ اُن گندم نما جو فروش بدبختوں کے نام کیا ہیں جو مرتے دم تک انگریزی حکومت کی خیر خواہی میں ثابت قدم رہے تھے۔ قلم چوپر مصنف صاحب کے مُنہ سے کچھ تو نکلا کہ کہ انگریز کا تا زیست دلی خیر خواہ رہنے والا احمد رضا خاں بریلوی تھا یا گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی؟ ـــــ اگر مصنف صاحب کی ابھی تسلی نہ ہوئی ہو تو انہیں سرکار گنگوہیت مآب کا اپنے متعلق یہ ذاتی بیان بھی سُنا دیجئے۔

جب میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ لہ

گکھڑوی صاحب: دیوبندی فوج کے جرنیل صاحب نے واشگاف لفظوں میں اپنی پوزیشن واضح کر دی۔ صاف بتا دیا کہ میں تو برٹش گورنمنٹ کا فرماں بردار اور دلی خیر خواہ (ایجنٹ) ہوں۔ ہم تو اپنی مہربان سرکار کے حضور یوں ہیں جیسے مُردہ غسال کے سامنے یا قلم کاتب کے ہاتھ میں۔ مردے اور قلم کی کوئی مرضی نہیں ہوتی بلکہ مرضی اور اختیار کام کرتا ہے غسال اور کاتب کا وہ ہماری مہربان انگریزی سرکار ہے برقرار ہے۔ کاش کوئی باب جنت کے مصنف کو اس وقت یہ شعر سُنا دے۔

شعر
وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا بتاؤں رات مجھے کس کے گھر ملے

گکھڑوی صاحب! کیسے واشگاف الفاظ میں گنگوہی صاحب نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں اس کے باوجود اگر آپ کے سامنے کوئی انہیں برٹش گورنمنٹ کا مخالف بتائے تو اُسے لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ سنا دیں ـــــ سردست یہیں واضح کر دیا جائے کہ قیام پاکستان سے پہلے دیوبندی حضرات کا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں نظریہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنی دیوبندی برادری کی ترجمانی کا فریضہ یوں ادا کیا ہے۔

لہ تذکرۃ الرشید جلد اول مطبوعہ کراچی ص ۱۰

جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ [1]

گگھڑوی صاحب ایسے ذوق لوگوں کا تو ذکر ہی کیا لیکن کسی صاحب ذوق سے پوچھا کر ــــــ اپنی رحم دل گورنمنٹ ــــــ کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ ــــــ ان لفظوں کے اندر معانی کے جو اتھاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں ان کا لحاظ رکھتے ہوئے انگریز بہادر کے ان پجاریوں کو حکومت کا مخالف اور ان کے مخالفوں کو خواہ مخواہ بغیر کسی ثبوت کے برٹش گورنمنٹ کا ایجنٹ بتانے سے مصنف صاحب کو کچھ تو شرم آجانی چاہیئے تھی۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اگرچہ انگریزوں نے اپنے ظلم و جور کی چکی میں پیس رکھا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی اگرچہ نواب سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو شہید جیسے ملت اسلامیہ کے سپوتوں کی قاتل سہی لیکن جعفر و صادق کی ڈگر پر چلنے والوں کے لیے تو رحم دل گورنمنٹ ہی تھی اور اُس کا دورِ حکومت ایسے غداروں، ملتِ اسلامیہ کے بدخواہوں کے لیے تو امن و عافیت ہی کا زمانہ تھا ــــــ کاش! چند روزہ زندگی کے آرام و راحت اور لقمۂ تر کے عوض وُہ حضرات اپنے دین و ایمان کا سودا نہ کرتے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی ایسی آگ نہ لگاتے جو تا حال بجھنے میں نہیں آئی بلکہ وقت کے ساتھ اور بھڑکتی جا رہی ہے۔ پاکستان قائم ہوئے اتنی مدت گزر گئی لیکن کسی حکومت نے اس آگ کو بجھانے اور کنوئیں میں پڑے ہوئے اس کتے کو نکال کر کنوئیں کا پانی پاک کرنے کی مصلحاً کوشش نہیں کی۔ بہرحال، ان فتنوں کے اس دور میں مسلمانوں کے اندر یہ آواز گونج رہی تھی ؎

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گگھڑوی صاحب! باب جنت کے مصنف کو یہ واقعہ بھی سنا دیجئے کہ ان کے مجدد ملت اور حکیم الامت یعنی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) سے ان کے کسی معتقد نے سوال کیا کہ اگر آپ کی حکومت ہو جائے تو آپ انگریزوں سے کیسا سلوک کریں گے؟ تھانوی صاحب کا تاریخی جواب آج تک ان لفظوں میں موجود ہے:۔

---

[1] تذکرۃ الرشید، حصہ اول، مطبوعہ کراچی، ص ۷۳

Marfat.com

میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے۔ مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا، اس لیے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔ ۵

تھانوی صاحب کے ان لفظوں میں کہ ۔۔۔۔۔ "انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے" حقیقتِ نفس الامری کا کیسا واضح اعتراف ہے دوسری جانب برٹش گورنمنٹ کے نمک حلال ہونے اور شکر گزاری کا ثبوت پیش کرنے کی خاطر یہ وضاحت بھی فرما دی کہ آج ہم محکوم سہی لیکن بالفرض ہماری حکومت ہو جائے تو ہم اپنے ان محسنوں، کرم فرماؤں کو بھول لیں گے نہیں بلکہ انھیں ہماری عملداری کے اندر نہایت آرام و راحت سے رکھا جائے گا۔ کیا موصوف کے اس ذاتی اعتراف کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ تھانوی صاحب برٹش گورنمنٹ کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے یا نہیں موصوف کے اس آرام کی کہانی کو سابق صدر دیوبند یعنی علامہ شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) کی زبانی سنیے جبکہ ، دسمبر ۱۹۴۵ء کو علمائے دیوبند کی ایک خاص میٹنگ ہوئی کہ کانگرسی اور مسلم لیگی علمائے دیوبند میں مصالحت کروائی جائے۔ اس موقع پر طرفین کے دیوبندی اکابر کی موجودگی میں علامہ عثمانی صاحب نے یہ حیرت انگیز انکشاف فرمایا جس کی کوئی بڑے سے بڑا دیوبندی عالم بھی تردید نہ کر سکا۔ موصوف نے فرمایا تھا۔

دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ اُن کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے، مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔" ۶

گکھڑوی صاحب! چھ سو روپیہ ماہوار ملنے کی تو کسی سے تردید نہ ہو سکی۔ رہی عثمانی صاحب کی یہ توجیہہ کہ تھانوی صاحب کو اس نذرانے کا علم نہ تھا یا انہیں اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا، تو جن

۵ [illegible] الیومیہ حصہ [illegible] ص ۹۰
۶ [illegible] ص ۱۲

حضرات کا آج بھی یہ خیال ہو اُن سے پوچھیے تو سہی کہ اگر آپ کے تھانوی صاحب کو حکومت کے وظیفے کا علم نہ ہوتا تو دورانِ ملفوظات یہ کیسے فرماتے کہ ہماری اگر حکومت ہو جائے تو انگریزوں کو نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا کیونکہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔ علاوہ بریں اگر نذرانوں اور حکومت کی دیگر عنایات سے تھانوی صاحب بے خبر ہوتے اور ان کا انہیں شبہ بھی گزرا ہوتا تو کفریہ عبارت کیوں لکھتے ؟ اگر سہواً ایسا ہو جاتا تو علمائے اہلسنت کے سمجھانے بجھانے کے باوجود ہرگز کفر پر قائم رہنے کا عزم بالجزم نہ کرتے۔ دریں حالات بے خبر ہونے اور شبہ تک نہ گزرنے کی بات محض تھانوی صاحب کے ظاہری تقدس کا بھرم رکھنے کی خاطر ہے۔ لہٰذا ان کے معتقدین کو ڈنکے کی چوٹ بتا دیجئے کہ ان کے مسلّم بزرگ اور پیشوا کو برٹش گورنمنٹ کی عنایات و وظائف کا پورا پورا علم تھا اور انہوں نے وہ انتہائی المناک یعنی کفریہ ڈرامہ حکومت کے ہاتھوں میں چوں قلم در دستِ کاتب ہو کر ہی کیا تھا، جس کے باعث حکومت اور تھانوی صاحب دونوں اپنی جگہ مطمئن تھے کیونکہ۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

علمائے دیوبند کے مذکورہ بالا اجلاس میں مشہور دیوبندی گاندھوی عالم اور کانگریس کی پُراسرار ذیلی شاخ یعنی جمعیۃ العلماء ہند کے ناظمِ اعلیٰ مولوی حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی (المتوفی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) نے تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب کاندھلوی (المتوفی ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء) کے بارے میں علی رؤوس الاشہاد ایک المناک انکشاف بھی فرمایا تھا جو مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

"اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔" [1]

گکھڑوی صاحب! دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب

[1] مکالمۃ الصدرین مطبوعہ لاہور ص ۱۳

Marfat.com

اور ان کے نزدیک صحابہ کی یاد تازہ کرنے والے اور تبلیغی جماعت کے بانی جناب کاندھلوی صاحب کے تقدس کی جو تصویر یہ آپ کے سامنے آئی ہے اس کے پیش نظر باب جنت کے مصنف کو یہ شعر تو سُنا دیجئے ۔

چھوتا نہیں شراب کو بھی بے وضو کیے
قالب مرے میں روح کسی پارسا کی ہے

موجودہ دیوبندی علماء کہا کرتے ہیں کہ مانا ہمارے اکثر اکابر نے قیام پاکستان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالیں، تحریک پاکستان کو کمزور کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اپنی تمام تر صلاحیتیں بُت پرستوں کے قدموں پہ نچھاور کیں اور بُت پرست نوازی کے بین الاقوامی ریکارڈ بھی قائم کیے لیکن ہمارے دو چار عالم ایسے بھی تو ہیں جنہوں نے پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور ہمارے علامہ عثمانی نے جمعیتہ الاسلام اسی لیے قائم کی تھی۔

اس امر کا ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی چند دیوبندی علماء نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کی قیادت میں تحریک پاکستان کے اندر بھرپور حصہ لیا تھا۔ لیکن اس مرحلے پہ یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے حصہ کیوں لیا تھا۔ اپنے سارے بُت پرست نواز ٹولے کو چھوڑ کر چند دیوبندی مولوی قیام پاکستان کے حامی کیوں بنے ہے اس کا جواب مذکورہ اجلاس میں اکثر علمائے دیوبند کی موجودگی میں مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو یوں دیا تھا جسکی وہ قطعاً تردید نہیں کر سکتے تھے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیتہ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیتہ العلماء کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا، جن کی نسبت عام طور پہ لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدیدار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیتہ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لیے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد

Marfat.com

اس مقصد کے لیے دے گی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالے بھی کردی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرواسکتے ہیں۔[1]

گکھڑوی صاحب! اب تو باب جنت کے مصنف پر کائناتِ دیوبندیت کے چودہ طبق روشن ہوگئے ہوں گے یہ برٹش گورنمنٹ کے بھوئے تو وظیفوں اور نذرانوں کی خاطر دین و ایمان فروخت کردیا۔ ہندو پرستی اور زُنّار دوستی کا نشہ چڑھا تو لقمۂ تر کے لئے اور مسلم لیگ کی ہمنوائی کا دم بھرا تو صرف پیٹ شریف کی خاطر گویا ان حضرات کے پاس دین و ایمان ہی ایک زائد از ضرورت چیز تھی جس کو چند سکوں اور چند روزہ زندگی کے آرام و راحت کے بدلے جو خریدنا چاہتا وہ خرید سکتا تھا۔ یعنی

ایمان بیچنے پہ ہیں وہ سب تُلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

گکھڑوی صاحب! لگے ہاتھوں باب جنت کے مصنف کو یہ بتا دیجئے کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے مقصد کے علماء کی کھیپ دہلی کالج سے مولوی مملوک علی نانوتوی (المتوفی سنہ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) کی سرکردگی میں تیار کروائی تھی۔ حکومت کی مشینری کے جتنے پرزے اس ورکشاپ سے ڈھل کر تیار ہوجاتے انہیں حکومت جہاں مناسب سمجھتی فٹ کردیا کرتی تھی۔ جب اُن میں سے چند حضرات سرکاری ملازمت سے فارغ ہوئے تو انہیں بیکار نہ رہنے دیا بلکہ ان کے ذریعے علی گڑھ کالج کی طرح دہلی کالج کی دوسری شاخ مدرسہ دیوبند کے نام سے کھلے میدان میں ایک انار کے درخت کے نیچے قائم کردی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ ملک کے اندر اسوقت بھی ہزاروں دینی مدارس موجود تھے لیکن کھلے میدان میں انار کے درخت کے نیچے قائم ہونیوالا مدرسہ دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ ازہر کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دینی مدرسہ کس طرح ہوگیا؟ اہل قلم حضرات کو اس کا تجزیہ کرنا ہوگا اور ان اسباب و علل کو منظر عام پر لانا ہوگا جن کے باعث یہ مدرسہ قطرہ سے دریا بن گیا ہے۔

---

[1] مکالمۃ الصدرین، مرتبہ مولوی طاہر احمد قاسمی، ص ۱۱ تا ۱۲

Marfat.com

گکھڑوی صاحب! باب جنت کے مصنف کو یہ بھی بتا دیجئے کہ مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) اور حاجی عابد حسین صاحب کے علاوہ دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب (المتوفی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) کے والد مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (المتوفی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء) بھی تھے یہ پہلے بریلی کالج میں پروفیسر تھے اور اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ موصوف اس عہدے سے ریٹائر ہو کر مدرسہ دیوبند کے قیام کی تجویز میں شامل ہو گئے تھے، جس کے قائم کرنے کا متواتر کئی حضرات کو الہام ہو رہا تھا۔

اسی طرح علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) کے والد مولوی فضل الرحمن صاحب کا شمار بھی اس مدرسے کے بانیوں اور چلانے والوں میں ہے۔ یہ صاحب بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہو کر بانیانِ مدرسہ دیوبند میں شامل ہو گئے تھے۔ ان جملہ حضرات کو پے درپے الہام ہو رہا تھا کہ جلد از جلد ایک دینی مدرسہ قائم کرو خواہ وہ انار کے درخت کے نیچے ہی کیوں نہ ہو۔ بس قائم کرنا تمہارا کام اور اسے بام فلک تک پہنچا دینا ہمارا کام ہوگا۔ ذرا تم قائم کر کے دیکھو تو سہی کہ؎

ہمارا کام ہو جائے تمہارا نام ہو جائے
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اس مدرسے کا سب سے پہلا صدر مدرس جن صاحب کو مقرر فرمایا گیا وہ دہلی کالج کی لیبارٹری ورکشاپ کے جنرل منیجر مولوی مملوک علی نانوتوی کے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء) تھے۔ یہ صاحب شروع میں اجمیر کالج کے اندر تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اور اس کے بعد بنارس، بریلی اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اسی عہدے سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اور سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے پر یہی سوچا گیا کہ الہامی مدرسے کے لیے ان سے بہتر اور مدرس کون مل سکتا ہے؟ لہٰذا کھلے میدان میں قائم ہونے والے مدرسہ دیوبند کا پہلا مدرس ایک اتنا بڑا سرکاری افسر ہوا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ متحدہ ہندوستان کے باشندے ان دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز ہونے والوں کو کالے پادری

Marfat.com

کہا کرتے تھے۔

جب برٹش گورنمنٹ نے اپنے تربیت یافتہ افراد سے مدرسہ دیوبند قائم کروالیا تو کچھ عرصہ کے بعد ایک خاص معتمد کے ذریعے معائنہ کروایا گیا۔ تاکہ یہ جائزہ لیا جائے کہ جس مقصد کی خاطر یہ مدرسہ قائم کروایا تھا وہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں؟ چنانچہ معائنہ کرنے والے مسٹر پامر کی کہانی پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی کی زبانی سنیئے:۔

اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی۔ ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمیٰ پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنے کی چند سطور درج ذیل ہیں: جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ ممد و معاونِ سرکار ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں۔ کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو۔ صاحب! مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پاوے تو خالی نفع سے نہیں۔[1]

گکھڑوی صاحب! باب جنت کے مصنف کو اب تو سمجھا دیجئے کہ جو مدرسہ کالے پادریوں نے قائم کیا ــــ جس کے بارے میں خود انگریزوں نے اعتراف کیا کہ یہ مدرسہ ممد معاونِ سرکار ہے یعنی برٹش گورنمنٹ کے استحکام اور جڑیں مضبوط کرنے میں کوشاں رہتا ہے ــــ جس کے اکابر نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کی بھرپور حمایت کی اپنی تمام ہمدردیاں ایسٹ انڈیا کمپنی سے وابستہ رکھیں بلکہ انگریز کی حمایت میں حریت پسندوں سے برسرِ پیکار بھی ہوئے ــــ جنہوں نے کمپنی کے عہدِ حکومت کو امن و عافیت کا زمانہ بتایا ــــ جو اپنے آپ کو سرکار کا وفادار بتاتے اور منواتے رہے ــــ جو خود یہ اعلان کرتے رہے کہ اگر ہماری حکومت

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۲۱۷، ۲۱۸

Marfat.com

ہو جائے تو ہم انگریزوں کو نہایت آرام و راحت سے رکھیں گے کیونکہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے ـــــ جو انگریزوں سے ہزاروں روپیہ سالانہ بطور نذرانہ وصول کر کے تخریب دین و افتراق بین المسلمین کا ظالمانہ کھیل کھیلتے رہے ـــــ ایسے لصوص دین کا محاسبہ کرنے والا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچنے کی تلقین کرنیوالا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کی طرح اپنے دور میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خیر خواہ اور سرمایۂ ملت کا نگہبان تھا۔ کیا اسلامیان ہند کے اس عظیم الشان محسن یعنی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی رکھنا۔ ان پر جھوٹے الزام عائد کرنا محسن کشی کی بدترین مثال اور حق و صداقت کے خلاف محاذ بنانا ہے یا نہیں ؟ ـــــ گکھڑوی صاحب ! لگے ہاتھوں باب جنت کے مصنف سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ رہنماؤں کو اور انگریزوں کو رہنما بتانا باب جنت ہے یا باب جہنم ؟

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے ، یہ وار وار سے پار ہے

رابعًا۔ باب جنت کے مصنف نے بڑے طمطراق سے یہ بھی لکھا ہے :۔ " مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کو قطع برید کر کے علمائے حجاز سے ان کے خلاف فتویٰ لیا تھا "

گکھڑوی صاحب ! ذرا اس تیس مار خاں مصنف کو بتا دیجئے کہ مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے حرمین کے سامنے اکابر دیوبند کی صرف عبارتیں ہی پیش نہیں کی تھیں بلکہ ان کی متعلقہ کتابیں بھی پیش کر دی تھیں ـــــ بلکہ براہین قاطعہ کے متعدد نسخے تو وہاں ۱۳۰۴ھ اور خصوصاً ۱۳۰۷ھ سے موجود تھے جبکہ تقدیس الوکیل پر تقاریظ لکھی گئی تھیں ـــــ نیز علمائے حرمین قبل ازیں فاضل بریلوی سے آشنا تھے کیونکہ ۱۳۱۷ھ میں ان حضرات نے آپ کے رسالہ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین پر تقریظیں لکھی تھیں اور اسی وقت سے آپ کے علمی تبحر اور درجہ امامت کے باعث ان میں سے متعدد حضرات کے شیدائی اور زیارت کے لیے سراپا اشتیاق

Marfat.com

ہوئے بیٹھے تھے۔

بالفرض یہ کچھ بھی نہ ہوتا تو بقول مصنف صاحب جب اعلیٰ حضرت نے اکابر دیوبند کی عبارتیں قطع و برید کر کے علمائے مکہ مکرمہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ حضرات فاضل بریلوی کے فتوے کی تائید میں دھوم دھام سے تقریظیں لکھ رہے تو دیگر اکابر دیوبند کے ساتھ انبیٹھوی صاحب کی گردن بھی تو تیغ تکفیر سے کٹ رہی تھی اور انبیٹھوی صاحب مکہ مکرمہ میں بنفس نفیس موجود تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن سامنے ہو کر ایک لفظ بھی کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اگر اعلیٰ حضرت نے قطع و برید کی تھی تو انبیٹھوی صاحب کیوں منہ چھپا رہے تھے؟ خدا لگتی کہنا نتیجہ کیا سامنے آتا ہے؟ سچا آدمی منہ چھپاتا ہے یا جھوٹا؟

جناب عالی! اگر اکابر دیوبند کی عبارتوں میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا بھی قطع و برید سے کام لیا ہوتا اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو اس سے بہتر موقع زندگی میں اور کب ملتا؟ وہ ایک لمحہ توقف کیے بغیر علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے اعلیٰ حضرت کی قطع و برید ظاہر کر کے پوری دیوبندی قوم کا قرضہ چکا دیتے کیونکہ ایسی حالت میں علمائے مکہ مکرمہ کی نگاہوں میں فاضل بریلوی ایک کوڑی کے بھی نہ رہتے بلکہ وہ متحدہ ہندوستان میں آکر اہل علم کو کبھی منہ نہ دکھا سکتے۔

ایسا کیوں ہوتا جبکہ یہ محض الزام تراشی اور بہتان بندی ہے جبکہ صورت حال اس کے سراسر برعکس ہے جس کے باعث علمائے مکہ مکرمہ سے منہ چھپا کر انبیٹھوی صاحب ۲۷ ذی الحجہ کو راتوں رات مکہ معظمہ سے ایسے بھاگے کہ جدہ جا کر دم لیا جیسا کہ قاضی مکہ مکرمہ اور سابق مفتی احناف شیخ صالح کمال کی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی سے واضح کیا جا چکا ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند تاروں کے جھرمٹ میں۔ شاید مصنف صاحب کے نزدیک حق کا یہی خاصا ہو گا کہ وہ اعدا کے سامنے آنے سے ڈرے اور موقع ملے تو راہ فرار اختیار کر جائے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کا بھی یہی مفہوم ہو۔

Marfat.com

مولوی دین میں کہہ بھاگ خدا لگتی کچھ
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خامساً - مصنف صاحب نے یہ بھی لکھا ہے :- جب اکابر علمائے دیو بند کو اس مکاری کا علم ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اپنے اور اپنے اکابر کے عقائد لکھ کر علمائے حرمین اور شام و فلسطین وغیرہ کو بھیجے - انہوں نے وہ پڑھ کر خاں صاحب بریلوی پر صد نفرین کی -

گکھڑوی صاحب! باب جنت کے مصنف کی اس جب پر تو مارے خوشی کے شیطان بھی جھوم نے لگا ہوگا - گویا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر جب مکہ معظمہ کے علمائے کرام تقریظیں لکھ رہے تھے تو اس وقت وہاں گویا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی تو تھے ہی نہیں بلکہ انبیٹھہ سے کوئی چھلاوہ گیا ہوا تھا یا انبیٹھوی صاحب کا ہمزاد - ایسے ہی مواقع پر تو کہتے ہیں کہ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" شاید عارفِ روم، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی فنکاروں کے بارے میں فرمایا ہے :-

چوں قلم در دست غدارے بود
لاجرم منصور بر دارے بود

گکھڑوی صاحب : ذرا مصنف صاحب کی عقل کے ناخن تو لیجئے کہ جس مقدس سرزمین پر اللہ کے حرم میں حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا تھا، دیگر اکابر دیو بند کے ساتھ خود انبیٹھوی صاحب کی گردن تیغ تکفیر سے کٹ رہی تھی وہاں علمائے مکہ مکرمہ سے کسی ایک کے روبرو ہونے اور اکابر دیو بند کی کفریہ عبارات کی صفائی یا کم از کم اپنی ہی عبارت کے بارے میں ایک لفظ تک کہنے کی جرأت نہ ہوئی - کہتے کیا جب کسی عبارت میں اسلامی معنی کی رمق تک نہیں ہے - ان صاف صریح کفریہ عبارتوں میں چونکہ اسلامی پہلو کا نشان تک نہیں اسلیے انبیٹھوی صاحب بیچارے لب کشائی کی جرأت کرنے پر کرتے ۔ لہذا چھپنے میں خیریت سمجھی ورنہ کفریات سے توبہ کرنی پڑتی اور یہ منظور نہیں تھی کیونکہ وظیفے بند ہو جاتے اور چند روزہ زندگی نہایت آرام و

Marfat.com

راحت سے نہ گزرتی اسی لیے راتوں رات مکہ مکرمہ سے ۲۰، ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو دم دبا کر بھاگ آئے۔

یہاں آنے پر برادری کے اکابر جمع ہوئے، سر جوڑ کر بیٹھے کہ اس ذلت و رسوائی کا داغ مٹانے، اہل حق کے خلاف شور مچانے، حق کو باطل اور باطل کو حق بتانے، حکومت سے پوری طرح یاری نبھانے اور بے خبر لوگوں کو اپنا بھرم دکھانے کی خاطر گھر میں بیٹھ کر المہند لکھنے کا منصوبہ بنایا کہ اپنے تو ہر بات پر اندھے مقلد ہو کر آمین کہتے ہی رہتے ہیں دوسرے بے خبر لوگوں کی آنکھوں میں پوری جرأت سے دھول ڈال دی جائے۔ لہٰذا انبیٹھوی صاحب نے کفر فروشوں کے مشورے سے اس شعبدے کو یوں مرتب کیا۔

۱۔ کام چلانے کے لیے متعلقہ اور غیر متعلقہ چھبیس سوالات خود گھڑے اور تاثر دیا کہ گویا علمائے حرمین شریفین نے ان سے پوچھا ہے۔

۲۔ ان سوالوں کے اپنے مذہب اور اپنے اکابر کی تصریحات کے خلاف جواب لکھے تاکہ دیکھنے والے عربی علماء کو یہی تاثر ملے کہ یہ بیچارے شاید سُنی حنفی ہی ہوں گے اور ان مسکینوں پر کسی نے ظلم کیا ہے کہ انہیں سُنی نہیں مانتے بلکہ اسلام سے خارج بتاتے اور کافر و مرتد کہتے ہیں۔

۳۔ یہ غیر متعلقہ سوال جواب کا پلندہ غیر متعلقہ آدمیوں کے ہاتھوں ان ہندی علماء تک پہنچایا گیا جو منافقین مدینہ کی طرح علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان تقیہ کی آڑ میں گزارا کر رہے تھے۔

۴۔ منور علی اینڈ کمپنی کا جب کوئی مخدوم یا نا ہب الحرم وغیرہ ایسے عربی یا پردیسی عالم کو دیکھتا جو کفر فروشوں اور ان کی تکفیر کے معاملے سے بے خبر ہوتا تو سوال جواب کا وہ پلندہ اس کے سامنے رکھ کر دو چار لفظ لکھوا لیے جاتے اور اُسے معتقدات سے شمار کر لیا جاتا کیونکہ اس بھری دنیا میں صورتِ حال سے کوئی بھی باخبر عالم قطعاً اکابر دیوبند کی تائید کرنے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ کافر گری کے اس علی الاعلان کاروبار اور ملتِ اسلامیہ کی بے کسی پر سرد آہیں بھرتے اور خون کے آنسو بہاتے تھے۔

Marfat.com

گکھڑوی صاحب! باطل خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ باندھ لے، وقتی طور پر خواہ کتنی ہی تند و تیز آندھی کیوں نہ چلالے لیکن آخر کار ایک روز اُسے منہ چھپانا پڑتا ہے حق کے سامنے ٹھہرنے کی جرأت نہیں رہتی بلکہ دُم دبا کر بھاگنا ہوتا ہے۔ رہی باطل پرستوں کی کاوشیں تو اس سے آج تک یہود و نصاریٰ، ہنود و مجوس اور کیمونسٹ تک بھی باز نہیں آئے۔ ان میں سے ہر جماعت حقانیت کی مدعی ہے اور اپنے ماسوا کو بھٹکے ہوئے قرار دیتی ہے لیکن ان کے مزعومہ دلائل بھی حق و صداقت سے ایسے ہی دور ہوتے ہیں جیسے المہند کی جعلسازی۔ دریں حالات باب جنت کے مصنف سے پوچھتے تو سہی:۔

۱۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کی تائید کرنے والے کسی مکی یا مدنی عالم نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ فاضل بریلوی نے ہمیں دھوکا دیا تھا؟

۲۔ تصدیق کرنے والے کسی عالم نے ایسی کوئی تحریر دی کہ حکم تکفیر میں ہم سے غلطی ہو گئی ہے؟

۳۔ کیا فاضل بریلوی کی تائید کرنے والے کسی عالم نے المہند کی تصدیق و تائید کی ہے؟

۴۔ اپنی باقی بائیس سالہ زندگی میں کیا انبیٹھوی صاحب تائید کرنے والے کسی مکی یا مدنی عالم سے اپنی حمایت اور فاضل بریلوی کے خلاف ایک عبارت بھی حاصل کر سکے؟

۵۔ ان کا المہند کے حکم خاں صاحب بریلوی پر صد نفرین کرنا تو بہت دور کی بات ہے، کیا تصدیق کرنے والے کسی بھی عالم کی ایسی ایک عبارت دکھائی جا سکتی ہے جس کے اندر اس نے فاضل بریلوی پر نفرین کی ہو؟ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔

اگر مصنف صاحب ایسی ایک بھی تحریر نہ دکھا سکیں اور ہم انہیں ڈنکے کی چوٹ سنائے دیتے ہیں کہ وہ اپنی ساری زندگی میں ایسی ایک بھی تحریر نہیں دکھا سکیں گے اور نہ ان کا کوئی ہمنوا و ہم خیال ہی دکھا سکے گا تو ان حالات میں غور کرنا چاہیئے کہ المہند کی اس شعبدہ بازی کا حسام الحرمین پر کیا اثر پڑا؟ کیا حسام الحرمین کی چمک دمک ذرا بھی متاثر ہوئی؟ کیا اس کی صداقت و حقانیت پر کوئی بُرا اثر پڑا؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو ان حالات میں ہم باب جنت

Marfat.com

ے مصنف اور جملہ دیوبندی علماء سے اُن کے بھلے کی خاطر عرض گزار ہیں کہ خدا کے بندو !
حق کی مخالفت اور باطل کی حمایت سے باز آ جانا چاہیے کیونکہ دارین کی بھلائی اسی میں ہے
سی کے پیچھے خواہ مخواہ لگ کر اپنی عاقبت برباد کر لینا، ابدی عذاب خریدنا، جہنم کا ایندھن بننا
آخر کہاں کی عقلمندی اور کونسا سودمند سودا ہے۔

ے انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی

سادساً - بابِ جنت کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے :۔ "اس المہند کے بعد حرمین
عرب وغیرہ ممالک کے کسی معتبر عالم نے دیوبندیوں کی ہرگز تکفیر نہیں کی۔ اگر ہے مفتی صاحب
دم تو اس کے بعد کے علماء عرب کے دو چار فتوے وہ ہمیں دکھا دیں ..... مفتی صاحب
ریضہ تھا کہ علمائے حرمین اور عرب کی المہند علی المفند کی طباعت کے بعد کی تکفیر بتاتے اور
بھی ہمت ہے تو بتا دیں۔

گکھڑوی صاحب : ذرا مصنف صاحب کو بتائیے تو سہی کہ جب المہند کی شعبدہ بازی
حسام الحرمین پر ذرا بھی اثر نہیں پڑا تو وہ ایسے مجموعۂ تلبیسات کا کس وجہ سے فخریہ ذکر
تے ہیں۔ وہ ایسی رسوائے زمانہ تصنیف کا نام لیتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں۔ جب
حسام الحرمین کی تقریظیں اسی چمک دمک کے ساتھ موجود ہیں تو علمائے حرمین مزید فتوے کس
لیے جاری کرتے۔

اگر مصنف صاحب کا یہ خیال ہے کہ المہند کی طباعت کے بعد علمائے حرمین شریفین
نے اللہ و رسول کو گالیاں دینے والے ان علمائے دیوبند کو کافر کہنا چھوڑ دیا تھا اور انہیں
مسلمان جاننے لگے تھے جس کے باعث ان کے نزدیک ایسی کوئی عبارت نہیں دکھائی جا
سکتی کہ المہند کے بعد بھی علمائے حرمین نے علمائے دیوبند کو کافر سمجھا اور کہا ہو تو مصنف
صاحب کی یہ خوش فہمی ہے اور انہیں کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ بفضلہ تعالیٰ اہلسنت وجماعت
ایسی عبارتیں دکھانے کا دم خم ہے اور رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

گنگوہی صاحب! لگے ہاتھوں مصنف صاحب سے اتنا پوچھ لیجئے کہ اگر المہند کی طباعت سے بعد کی ایسی دو چار عبارتیں یا دو چار فتوے دکھا دیئے جائیں تو وہ عظمتِ خدا اور شانِ مصطفوی پر حملہ آور ہونے والے اپنے اکابر کو علمائے حرمین کی طرح کافر و مرتد مان لیں گے؟ اگر مصنف صاحب تحریری طور پر ایسا وعدہ کر لیں تو ہم ان کے اس مبارک ارادے کے پیشِ نظر مطلوبہ تعداد سے زیادہ عبارتیں اور فتوے بھی دکھانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اب دیکھتے ہیں کہ مصنف صاحب کی انصاف پسندی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ انصاف کی طرف آتے ہیں یا گنگوہی صاحب کی قبر پر سماتِ اٰمِنَّا نبی[1] پکارنے جاتے ہیں۔

دیکھیے اس بحر کی تہ سے اُچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

سابعاً۔ اگر علمائے حرمین کے سامنے علمائے دیوبند کی عبارتیں قطع و برید کر کے پیش کی گئی تھیں اور انہوں نے بغیر تحقیق کیے، آنکھیں بند کر کے تائید و حمایت میں تقریظیں لکھ دیں کہ واقعی فلاں فلاں حضرات کافر و مرتد ہیں تو اس صورت میں علمائے حرمین کے تقویٰ و طہارت اور ان کے فتوؤں کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟ آخر اُن مقدس ہستیوں کو کس خوشی میں علمائے دیوبند پہ قیاس کیا جا رہا ہے؟ کیا وُہ حضرات دین و دیانت اور رسم المفتی سے اتنی عاری تھے کہ تکفیر جیسے نازک ترین مرحلے پر بھی انہوں نے ذاتی طور پر تحقیق کر لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی اور محض کسی کے کہنے پر دوسروں کو کافر و مرتد قرار دے دیا؟

مصنف صاحب! ایک روز آپ نے بھی مرنا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں حاضر بھی ہونا ہے۔ وہاں اگر ان حضرات نے آپ کو گریبان سے پکڑا اور بارگاہ رب العالمین سے انصاف کے طلب گار ہوئے تو وہاں بھی سب کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا المہند جیسا

---

[1] دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے پیر حضرت گنگوہی صاحب کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا ہے،

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہا ... ارنی ... مری دیکھی بھی نادانی

کوئی شعبدہ آپ حضرات نے ایجاد فرمالیا ہے؟

جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

ثامناً۔ مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے فتوائے تکفیر کی ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین نے خود انبیٹھوی صاحب کی موجودگی میں تصدیق و تائید فرمائی اور تقریظیں لکھیں۔ اگر ان عبارتوں میں قطع و برید کی گئی ہوتی تو انبیٹھوی صاحب کو سانپ نہیں سونگھ گیا تھا کہ اس کارگزاری کے خلاف بولنے سے مجبور ہو گئے تھے۔ چلیے اس وقت شرما گئے ہوں گے تو اس کے بعد وہ بائیس سال اور تھانوی صاحب اُنتالیس سال زندہ رہے۔ اتنے عرصے میں علمائے حرمین سے اس قطع و برید کے بارے میں کوئی تحریر کیوں حاصل نہ کی گیا ہر منصف مزاج کو یہ صاف نظر نہیں آتا کہ علمائے دیوبند نے اپنے بڑوں کا بھرم رکھنے اور جہلا کو ورغلانے کے لیے یہ بے پر کی اڑائی ہوئی ہے جس کی حقیقت بس یہی ہے کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۝

تاسعاً۔ چلیے یہ دونوں حضرات حرمین شریفین تک نہ گئے تو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا تھا۔ ان سولہ سترہ سالوں میں انبیٹھوی صاحب یا تھانوی صاحب کم از کم ایک مرتبہ تو اس محمدی کچھار کے شیر کو منہ دکھاتے۔ روبرو ہونے کی جرأت کرتے اور جو قطع و برید کی گئی تھی اُسے میدانِ مناظرہ میں آ کر ظاہر کرتے کہ ... ... بات کا آج تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا کہ ان دونوں حضرات نے چینج ... ... مظاہرہ کیا ہو۔

عاشراً۔ چلیے مردانگی کی بھی جانے دیجئے۔ کیا ان دونوں حضرات کو کسی گوشے میں چھپ کر اپنی کسی کتاب کے اندر یہ ثابت کر دیا ... خاں بریلوی نے اکابر کی فلاں عبارت میں یہ قطع و برید کر دی تھی ...

Marfat.com

تو یہ تھا اور کاٹ چھانٹ کرکے وہ بنا دیا۔ یقیناً دونوں حضرات اپنی زندگی میں ایسا
کبھی ثبوت ذرا ہم نہیں کر سکے۔ ہاں ان کے پجاری حق پر پردہ ڈالنے اور جہلا کو بہکانے
کی خاطر اُسی دقت سے بے پر کی اُڑاتے چلے آ رہے ہیں۔ دریں حالات ۔۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغِ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

دیوبندی ڈرامہ ۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ایک سائل کے سوالات
کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے :۔

پھر یہ کہ آپ (حضور) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید
صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ۔ اگر
بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو
بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی
ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیئے سب کو عالم الغیب کہا جائے۔
پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ
کمالاتِ نبویہ شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ
نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور
اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل
نقلی و عقلی سے ثابت ہے[1]

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر
شرمناک و ایمان سوز حملہ کرتے ہوئے انتہائی گندی گالی دی ہے۔ شانِ رسالت میں موصوف
کی انتہائی گستاخانہ عبارت دیکھ کر پورے ملک کے علمائے کرام سراپا احتجاج بن گئے۔
تھانوی صاحب کو خوفِ خدا اور خطرہ روزِ جزا سے لاکھ ڈرایا لیکن موصوف کے کان پر جوں
تک نہ چلی۔ جہاں اس عبارت کا کوئی اسلامی محمل بتانے سے عاجز رہے وہاں توبہ کرنے اور

[1] حفظ الایمان، مطبعہ نامی پریس لاہور، ص ۱۲

Marfat.com

اسے بدل کر اسلامی بنا لینے کی جانب ایک قدم بھی نہ بڑھایا۔ گھر میں بیٹھ کر جیتے جی اس فتنے کی آگ کو بھڑکاتے رہے اور عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے میدان میں پالتو مجبر چھوڑ دیئے تھے جو اہل علم حضرات سے برسر پیکار ہو کر چونچیں لڑاتے رہتے تھے۔

مذکورہ مجبروں کا پہلا ڈرامہ پیش کرنے سے پہلے مذکورہ عبارت کے بارے میں ہم یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں بیان کی ہیں ۔ (۱) بعض غیب (۲) کل غیب ——— کل غیب کے متعلق تھانوی صاحب نے لکھ دیا کہ اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے ——— لہٰذا حضور کے لیے کل غیب ثابت کرنا تو باطل ہو گیا ۔ اب حضور کے لیے ثابت رہا تو بعض غیب ۔ اب تھانوی صاحب نے حضور کے لیے جو بعض غیب خود مانا ۔ اس کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ ایسا علم غیب تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے ۔

یہ ہے اس گستاخانہ ، ایمان سوز اور کفریہ عبارت کا وہ صریح مفاد جو ہر سنت مزاج قاری کے ذہن میں آتا ہے اور عبارت سے یہی مفہوم برآمد ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ کفر پر پردہ ڈالنے کا خارجی دھندہ اور عوام الناس کو شکار کرنے کا پرانا پھندا ہے ، جس کیلئے تھانوی صاحب نے حکومت کے خرچ پر پہلوان پال رکھے تھے جو علمائے اہل حق سے کشتی لڑنے اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے ۔ مذکورہ پہلوانوں کے پاکستان میں خلیفہ نشین عبارات اکابر کے مصنف صاحب ہیں ۔ موصوف نے حفظ الایمان کی عبارت کو بے غبار اور اسلامی ثابت کرنے کی غرض سے مذکورہ عبارت میں وارد لفظ ایسا کے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۲۰۲ سے تین معانی پیش کر کے لکھا ہے :

لفظ ایسا سے اس قسم کا یا اس قدر یا اتنا کوئی معنی مراد لیں ۔ اس کے پیش نظر حضرت تھانوی کی مذکورہ عبارت بالکل بے غبار اور بے داغ ہے اور انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز کوئی توہین نہیں کی ۔[۱]

---

[۱] عبارات اکابر ، ص ۲۱۷ ، ۲۱۸

Marfat.com

عبارات اکابر کے مصنف کا دعویٰ ہے تھانوی صاحب کی عبارت کے لفظ ایسا کا ان تینوں میں سے جو معنی بھی لیا جائے تو اس کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت بے غبار اور بے داغ ثابت ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور کی ہرگز توہین نہیں کی ——— موصوف نے ان معانی کے باعث عبارت کے بے غبار ہونے کی دلیل تو ایک بھی پیش نہیں کی بلکہ صرف بے غبار ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے ہاں اتنا ضرور کیا کہ مولوی محمد منظور نعمانی دیوبندی کے امیر اللغات والے مغالطے کو فیصلہ کن مناظرے عبارات اکابر میں نقل کرنے کا جو سر دکھا دیا اور حکم فرما دیا کہ ساری دُنیا حفظ الایمان کی عبارت کو آنکھیں بند کر کے بے غبار تسلیم کر لے اور جو ایسا نہ کرے وُہ بریلوی ہے، دشمن دین و ایمان ہے، ہٹ دھرم ہے، انگریز کا پٹھو ہے۔ موصوف کے اس بے دلیل دعوے کے باعث پیش کردہ تینوں معانی کے لحاظ سے مذکورہ عبارت کے فوٹو پیش کرتے ہیں۔

فوٹو نمبر ۱ ! اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، اس قدر علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

فوٹو نمبر ۲ ! اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے اسقدر علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

فوٹو نمبر ۳ ! اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے اتنا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

گکھڑوی صاحب! عبارات اکابر کے مصنف کے پیش کردہ تینوں معانی کی رُو سے تھانوی صاحب کی کفریہ عبارت کا مفہوم یوں سامنے آتا ہے۔

۱۔ حضور کو جو علم حاصل تھا اس قسم کا علم غیب تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا۔
۲۔ حضور کو جو علم حاصل تھا اس قدر علم غیب تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا۔

Marfat.com

۴۔ حضور کو جو علم حاصل تھا اتنا علم غیب تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل تھا۔

جب عباراتِ اکابر کے مصنف نے تھانوی صاحب کی کفریہ عبارت کے مفہوم کو اور بھی واضح کر دیا کہ حضور کو جو علم غیب حاصل تھا اس قسم کا، اس قدر اور اتنا علم غیب تو بچوں پاگلوں کو جانوروں کو بھی حاصل ہے اور اس وضاحت کے بعد تھانوی صاحب کا کفر ہر معمولی پڑھے لکھے شخص کو بھی آفتابِ نیمروز کی طرح واضح نظر آنے لگا کہ قسم، مقدار اور گنتی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک علم کو بچوں پاگلوں اور جانوروں کے علم جیسا بنا کر تھانوی صاحب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدترین اور انتہائی گندی گالی دی ہے۔

گکھڑوی صاحب: عباراتِ اکابر کے مصنف سے کہیئے تو سہی کہ ایسی گندی گالی دے کر بھی اگر ان کے نزدیک تھانوی صاحب نے بارگاہِ رسالت کی توہین نہیں کی بلکہ عبارت بے غبار اور بے داغ ہوگئی ہے تو بندہ خدا! اتنا ہی بتا دیا جائے کہ جب آپ کے نزدیک اللہ اور رسول کو گالیاں دینا بھی کفر نہیں اور ایسا کرنے سے ایمان کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا بلکہ روحانی درجات میں ترقی ہوتی ہے تو دارالعلوم دیوبند کی فضاؤں میں پلنے والوں کے نزدیک کفر اور کون سے جانور کا نام ہے؟

معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کے باعث ان صاف صریح وضاحتوں کو بھی سمجھنے سے یہ حضرات مجبور و معذور ہیں کیونکہ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کو ننگی گالیاں بھی دیتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی توہین کا ذرا بھی ارتکاب نہیں کیا۔ لہٰذا ہماری لاکھ وضاحتیں بھی نہ ہونے کے برابر ہو کر رہ جائیں گی۔ دریں حالات یہی مناسب نظر آتا ہے کہ جن حضرات کو انہوں نے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنا کر اپنے دلوں اور دماغوں پر مسلط کیا ہوا ہے۔ یہی الفاظ ان حضرات کی شان میں جاری کر کے پوچھا جائے کہ ان لفظوں سے جناب کے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی توہین تو نہیں ہوتی؟ اگر کوئی آپ کے اکابر کی شان میں یہی کہے تو آپ بُرا ماننے کا حق بھی نہیں رکھتے کیونکہ ان لفظوں کے اندر آپ کے نزدیک توہین کا تو شائبہ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

خیر آپ حضرات مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو حکیم الاُمت اور مجدد دین و ملت کہتے ہیں کیا دین کا کل علم حاصل ہونے کی بنا پر انہیں ایسا کہا جاتا ہے یا بعض علوم دینیہ کے باعث ؟ کل علوم دینیہ کے حصول کا تو غالباً کوئی دیوبندی عالم بھی ان کے لیے دعویٰ نہیں کرے گا، لہٰذا نتیجہ یہی نکلے گا کہ تھانوی صاحب کو بعض علوم دینیہ کے حصول کی وجہ سے ہی حکیم الاُمت اور مجدد دین وملت کہا جاتا ہے۔ دریں حالات زید اس سلسلے میں علمائے دیوبند سے یوں سوال کرتا ہے :

فوٹو نمبر ۴ - اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے ؟ اس قسم کے علوم دینیہ تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہیں

فوٹو نمبر ۵ - اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے ؟ اس قدر علوم دینیہ تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہیں۔

فوٹو نمبر ۶ - اگر بعض علوم دینیہ مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے؟ اتنے علوم دینیہ تو زید و عمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہیں۔

کیا ان عبارات کے اندر عبارات اکابر کے مصنف کو تھانوی صاحب کی توہین نظر نہیں آتی جبکہ ان کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ تھانوی صاحب کو جو بعض علوم دینیہ حاصل ہیں

کیا ان عبارات کے اندر عباراتِ اکابر کے مصنف صاحب کو تھانوی صاحب کی توہین نظر نہیں آتی جبکہ اُن کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ تھانوی صاحب کو جو بعض علوم دینیہ حاصل ہیں تو اس قسم کے، اس قدر اور اتنے علوم دینیہ تو بچوں پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہیں۔ یقیناً یہ عبارتیں گستاخانہ ہیں اور تینوں میں سے جو عبارت بھی کوئی تھانوی صاحب کے متعلق لکھے اُس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ وہ تھانوی صاحب کی توہین کر رہا ہے۔

Marfat.com

ممکن ہے کہ مصنف صاحب شانِ رسالت کی توہین کو چھپانے اور تھانوی کے کفر پہ پردہ ڈالنے کی غرض سے کہہ دیں کہ ہم ان تینوں عبارتوں میں تھانوی صاحب کی کوئی توہین محسوس نہیں کرتے تو زید اُن سے کہہ سکتا ہے کہ دریں حالات آپ حضرات اپنے اکابر کے متعلق یہ کیوں نہیں لکھتے ۔۔

۱۔ ہمارے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا علم گدھے جیسا تھا۔

۲۔ ہمارے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا علم کتے جیسا تھا۔

۳۔ ہمارے مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا علم کوے جیسا تھا۔

۴۔ ہماری مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا علم اُلو جیسا تھا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کے متعلق ایسا کبھی نہیں لکھا اور نہ کبھی ایسا لکھنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں. بات صاف ہے کہ اپنے ممدوحین کے متعلق کوئی بھی ایسا نہیں لکھ سکتا اور انہیں بزرگوں کی سراسر توہین سمجھے گا۔ اگر کائنات ارضی و سماوی کے سب سے بڑے ممدوح اور سراپا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان حضرات کے نزدیک ممدوح ہوتے اور ان کے ساتھ عقیدت کا ذرا بھی رشتہ ہوتا تو ہر بڑے سے بڑے کی محبت وعقیدت کو محبوب پروردگار کے پاک قدموں پہ قربان کر دیتے کیونکہ دوسرا جو بھی قابل احترام ہے تو ان کی غلامی کے باعث ہے. مخلوق میں دائرہ عقیدت کے مرکز ومحور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔۔

ہ بمصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

گکھڑوی صاحب! وضاحت کے باعث بات کچھ طویل ہوگئی۔ بہرحال عبارات اکابر کے مصنف نے بتایا تھا کہ حفظ الایمان کی مذکورہ عبارت میں واقع لفظ ایسا کے تین معانی ہیں جن میں سے ایک اتنا ہے۔ یعنی تھانوی صاحب کا لفظ ایسا یہاں اتنا کے معنی میں ہے اور اس صورت میں انہوں نے عبارت کو بے غبار اور بے داغ بتا کر کہہ دیا کہ تھانوی صاحب نے اس طرح حضور کی ہرگز توہین نہیں کی یعنی ایسا کو اگر اتنا کے معنی میں شمار کیا جائے تو عبارت

Marfat.com

ہیں ان کے نزدیک توہین کا شائبہ نہیں رہتا۔

مناسب نظر آتا ہے کہ عباراتِ اکابر کے مصنف کو اب دیوبندی سپریم کورٹ میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ تھانوی صاحب کے کفر پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے اسی لفظ ایسا کی بحث میں دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر، جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے یوں لکھا ہے:

اس سے بھی قطع نظر کریں تو جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا عبارۃ میں لفظ ایسا فرما رہے، اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے" ۵؎

گکھڑوی صاحب! عباراتِ اکابر کے مصنف نے تو بتایا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارۃ میں لفظ ایسا کو اگر اتنا کے معنی میں لیا جائے تو عبارت بے غبار اور بے داغ ہو جاتی ہے نیز اس میں توہین شانِ رسالت کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ اسکے مقابلے میں جناب ٹانڈوی صاحب بتا رہے ہیں کہ لفظ ایسا کو اگر اتنا کے معنی میں لیا جائے تب توہین شان رسالت ہے۔ دریں حالات صدر دیوبند کے اس فیصلے کی رُو سے تھانوی صاحب کے ساتھ عبارات اکابر کا مصنف بھی شاتم رسول ہوا یا نہیں؟ کیونکہ وہ لفظ ایسا کو اتنا کے معنی میں بتا رہے ہیں۔ ساتھ ہی ٹانڈوی صاحب نے اس توجیہہ کے کرنے والوں کو دارالعلوم دیوبند سے جہالت کی سند بھیجی ہے، عبارات اکابر کے مصنف کو چاہیے کہ اس سند کو سنبھال کر رکھیں تاکہ بوقت ضرورت قبر و حشر میں کام آئے کیوں گکھڑوی صاحب!

دن کو کہیے رات تو وہ رات ہو سکتی نہیں
جھوٹ پرٹے ہیں کبھی سچی بات ہو سکتی نہیں

۵؎ الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند ص ۱۰۲

Marfat.com

دوسرا ڈرامہ ۔ مدرسہ دیوبند کے سابق ناظم تعلیمات مولوی مرتضی حسن صاحب دربھنگی نے حفظ الایمان کی مذکورہ کفریہ عبارت کو بے غبار اور اسلامی ثابت کرنے کی غرض سے اسی لفظ ایسا کے بارے میں دوسری توجیہہ یوں پیش کی ہے :۔

اگر تکفیر کی تشبیہہ علم نبوی بعلم زید وعمرو ہے تو یہ اسی پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذفِ کلام بلکہ مسخ کلام کا۔ لے

اسی لفظ ایسا پر اپنی تحقیق کا بحور پیش کرتے ہوئے مولوی محمد منظور سنبھلی ۔ ایڈیٹر الفرقان ۔ لکھنو نے لکھا ہے :۔

حفظ الایمان کی اس عبارت میں ایسا تشبیہہ کے لیے نہیں بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہہ کے اتنا کے معنی میں ہے ؛ کے

دربھنگی اور سنبھلی صاحبان کی تحقیق یہ ہے حفظ الایمان کی اس عبارت میں اگر لفظ ایسا تشبیہہ کے لیے ہوتا تو عبارت یقیناً کفریہ ہوتی کیونکہ اس حالت میں اس کے اندر توہین شان رسالت ہوتی ۔ دونوں حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ ایسا یہاں تشبیہہ کے لیے نہیں بلکہ اتنا کے معنی میں ہے ۔۔۔۔ اب تیسرے حامی جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائی جائے :۔

"اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ایسا کلمہ تشبیہہ کا ہے ۔ سے

ٹکھنڈوی صاحب ! اب خدا یا تیرا اکابر کے منشعہ سے یہ پوچھئے کہ تھانوی صاحب کی صفائی کے وکیلوں میں سے اگر ٹانڈوی صاحب کو سچا سمجھا جائے تو تھانوی صاحب کے ساتھ دربھنگی اور سنبھلی صاحبان بھی شاتم رسول قرار پاکر کفر کے مصداق ہیں کہ وہ سب جانتے ہیں۔ اگر دربھنگی اور سنبھلی صاحبان کی توجیہات کو درست قرار دیا جائے تو اس حالت میں تھانوی صاحب

لے توضیح البیان ، مطبوعہ لاہور ، ص ۱۴

کے فتح بریلی کا دلکش نظارہ ، ص ۳۴

سے الشہاب الثاقب ، مطبوعہ دیوبند ، ص ۱۰۳

Marfat.com

کے ساتھ ٹانڈوی صاحب بھی کفر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے نظر آنے لگے ہیں۔ رہے بیچارے تھانوی صاحب تو آپ اُن کے کسی بھی وکیل صاحب کی تاویل کا سہارا لیں لیکن پھر بھی باقی وکیلوں کی توجیہات کے باعث انہیں کفر کے سمندر سے کسی صورت نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ آخر کوئی وقت ایسا بھی آیا ہوگا کہ تھانوی صاحب کے یہ وکیل وحمایتی اندھیر کوٹھڑی میں سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے اور یقیناً انہوں نے کہا ہوگا۔

بڑی ہمت سے ہر اک ڈالتا ان پر رہا پردہ
مگر پردوں سے حضرت کا تو سارا کھل گیا پردہ

گکھڑوی صاحب! عبارات اکابر کے مصنف سے کہیے کہ وہ از راہ ہمدردی یا عقیدت تھانوی صاحب کے ان حمایت کرنے والوں اور وکیلوں کی اس جوتم پیزار اور سر پھٹول کا کوئی معقول اور شرعی فیصلہ کر کے تو دکھائیں۔ کوئی صورت بتائیں تو سہی کہ فلاں وکیل کی تاویل سے تھانوی صاحب کفر کے سمندر سے نکل آتے ہیں؟ کیا صورتِ حال یہی سامنے نہیں آئی کہ تھانوی صاحب کو کفر سے بچانے کی دُھن میں خود بھی کفر کے سمندر میں جا ڈوبے اور آخر میں مُصنّف صاحب نے بھی برضا ورغبت اپنے آپ کو منجدھار میں جا ڈبویا کیوں نہ ہو جب کہ اللہ اور رسُول کے دشنامیوں یعنی عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کو بازیچۂ اطفال بنانے والے کی حمایت یہی رنگ لایا کرتی ہے۔ خدا سے لڑائی مول لینے کا نتیجہ بھی نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلام اب بھی ان حضرات سے پکار پکار کر یہی کہہ رہا ہے۔

بمژگان سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کز چشم بیمار ت ہزاراں زخم بر چینم

تیسرا ڈرامہ - مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے مذکورہ عبارتِ حفظ الایمان کی صفائی میں تیسری تاویل و توجیہہ یہ پیش کی ہے۔

اس جگہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ مقدار علم مغیبات میں تشبیہہ مقصود ہو کیونکہ خود ا

Marfat.com

تھانوی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ جملہ علوم لازمۂ نبوت آپ (حضور) کو حاصل تھے"۔ [1]

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی، سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیو بند نے اس سلسلے میں اپنی تحقیقات کا دریا بہاتے ہوئے فرمایا ہے:۔

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے"۔ [2]

تیسرے حمایتی مولوی محمد منظور سنبھلی نے تھانوی صاحب کی بگڑی یوں بنانے کی کوشش فرمائی ہے:۔

تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے"۔ [3]

تھانوی صاحب کے یہ تینوں حمایتی اس تاویل و توجیہہ میں متفق ہیں کہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلق بعض علوم غیبیہ حاصل تھے۔ جملہ علوم لازمۂ نبوت آپ کو بعطائے الٰہی حاصل تھے۔ حتیٰ کہ نہ صرف حضور کے لیے بلکہ جمادات و نباتات تک کے لیے علم غیب کا حصول تسلیم کر رہے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو مسلمان منوانے پر آئے ہیں تو پوری ہی گالیاں کھائیں گے۔ اب ان تینوں حمایتی حضرات کو ایک طرف رکھیے۔ مناظرۂ مونگر کی روئداد مسماۃ نصرتِ آسمانی ملاحظہ فرمائیے اور تھانوی صاحب کے مذکورہ تینوں وکیلوں کو دیو بندیوں کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی کی توپ کے سامنے کھڑا کیجئے لکھنوی صاحب نے تھانوی صاحب کے مذکورہ تینوں وکیلوں کا تھانوی صاحب کی وکالت کرتے ہوئے یوں بھُرتہ چڑھایا ہے:۔

جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں، لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل

---

[1] الشہاب الثاقب، مطبوعہ دیوبند، ص ۱۰۴ [2] توضیح البیان، مطبوعہ لاہور، ص ۵

[3] فتح بریلی کا دلکش نظارہ، ص ۸۱

Marfat.com

چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہوسکتی" لہ

گکھڑوی صاحب! آپ نے تھانوی صاحب کے وکیلوں کی بھانت بھانت کی بولیاں تو سُن لیں لہٰذا اب عبارات اکابر کے مصنف سے مطالبہ تو کیجئے کہ وہ تھانوی صاحب کے ان چاروں وکیلوں کی تاویلات و توجیہات کو سامنے رکھ کر حفظ الایمان کی عبارت کو بے غبار اور بے داغ ثابت کر کے تو دکھائیں۔ چاروں کی تاویلات کو سامنے رکھ کر تھانوی صاحب کو کفر کے سمندر سے باہر تو دکھائیں۔ جب چاروں وکیلوں کی دور از کار تاویلیں اور صفائی کے متضاد بیانات منظرِ عام پر آگئے تو تھانوی صاحب کے جملہ عقیدت مندوں نے ہمت لیبار کے باوجود اپنی ناکامی و نامرادی کا سر جوڑ کر یوں ماتم نہ کیا ہوگا:

جتنے قلعے بنائے تھے مسمار ہوگئے
رسوائے زمانہ سرِ بازار ہوگئے

بندۂ خدا! جب نہ ساری عمر میں تھانوی صاحب اپنی کفریہ عبارت کو اسلامی ثابت کر سکے اور نہ اُن کا کوئی حمایتی اور وکیل اُسے بے غبار اور بے داغ ثابت کر سکا بلکہ ہر حمایتی نے بھی بالواسطہ تھانوی صاحب کی تکفیر پر مہرِ تصدیق ہی ثبت کی ہے۔ دریں حالات ہم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہوئے عبارات اکابر کو یہ خیر خواہانہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ اور رسُول کے دشمنوں کی حمایت سے دست بردار ہو کر توبہ کر لیں اور دائرہ اسلام میں آجائیں کیونکہ اس میں دارین کی بھلائی ہے۔ اپنے اُستادوں یا پیروں کی ناجائز حمایت میں اللہ اور رسُول کی دشمنی مول لینا، اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت برباد کرنا آخر کہاں کی دانشمندی ہے،

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

کافر بنانا۔ عبارات اکابر کے مصنف نے اکابر دیوبند کی صفائی پیش کرتے ہوئے مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ مضحکہ خیز الزام بھی عائد کیا ہے

لہ نصرت آسمانی ص ۲۰

Marfat.com

۱۔ انہوں (علمائے دیوبند) نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز ہرگز توہین نہیں کی اور نہ ان کے وہم میں بھی اس کا خیال گزرا ہے مگر خاں صاحب بلا وجہ ان کو کافر بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔" [۱]

۲۔ مگر خاں صاحب کا مشن ہی ان کو کافر بنانے کا تھا۔ [۲]

۳۔ حالانکہ شرعاً اور اخلاقاً ان (فاضل بریلوی) کا فریضہ تھا کہ اپنے اُس نادر فتوے سے رجوع کر لیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کا مشن ہی یہ تھا کہ دیگر اکابر علمائے دیوبند سمت حضرت تھانوی کو بہر قیمت کافر بنانا ہے۔" [۳]

جہاں تک مذکورہ بیانات کی پہلی شق کا تعلق ہے تو وہ بالکل درست ہے کہ واقعی اکابر دیوبند نے راہ کفر اختیار کر لی تھی کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کو صاف و صریح گالیاں دیں۔ ان کفریہ عبارتوں کو جیتے جی بدل کر اسلامی نہیں بنایا۔ مرتے دم تک اس ظالمانہ روش سے توبہ نہیں کی اور جب تک دُنیا میں رہے تو مقدس شجرِ اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں ہی لگاتے رہے اور یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

رہا مصنف صاحب کا دوسرا دعویٰ کہ اکابر دیوبند کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کافر بنایا تھا کیونکہ ان کا مشن ہی کافر بنانا تھا اور وہ انہیں کافر بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے تو اس مرحلے پر ہم اپنی کوتاہ علمی کا صاف لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں ہمیں آج تک ایک بھی ثبوت ایسا نہیں مل سکا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر دیوبند کے پاس جا کر یا انہیں اپنے پاس بلا کر یا کسی کی معرفت اُن سے کہا ہو کہ آپ حضرات اسلام کو چھوڑ کر کافر ہو جائیں، کفر کے سمندر میں چھلانگ لگا دیں اور یوں اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا لیں۔ اسی طرح یہ بھی ہماری علمی تنگ دامانی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی صاحب بہر قیمت تھانوی صاحب کو کافر بنانے پر تلے ہوئے تھے تو انہوں کتنی قیمت ادا کر کے تھانوی صاحب کو کافر بنایا تھا؟ ممکن ہے عباراتِ اکابر کے مصنف کے علم میں یہ بات ہو کہ تھانوی صاحب کے

---

[۱] عبارات اکابر مطبوعہ شریف پریس لاہور ۱۳۹۲ھ ص ۲۱۹

[۲] ایضاً ص ۲۱۷

[۳] عبارات اکابر مطبوعہ اشرف پریس لاہور ۱۳۹۲ھ ص ۲۱۳

Marfat.com

ایمان کی قیمت کیا تھی اور انہوں نے اپنے ایمان کو کتنے داموں میں فروخت کیا تھا؟ اگر وہ بھی بتا دیں تو ان کی عالمانہ نوازش ہوگی۔

گکھڑوی صاحب! تینوں عبارتیں آپ بھی بغور ملاحظہ فرمالیں۔ آخر عبارات اکابر کے مصنف صاحب یقیناً اتنے جاہل تو ہرگز نہیں ہوں گے کہ وہ بنانے اور بتانے کا فرق نہ جانتے ہوں لہٰذا انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سمجھ سوچ کر لکھا ہوگا۔ موصوف کی تینوں عبارتوں کا حاصل یہی تو ہے کہ [illegible] کافر تو ضرور ہو گئے تھے لیکن انہیں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے [illegible] بنایا تھا کیونکہ وہ [illegible] کافر بنانے پر تلے ہوئے تھے۔

گکھڑوی صاحب! آپ عبارات اکابر کے مصنف کو حقیقت نفس الامری سے مطلع [illegible] دیں کہ ان پانچوں حضرات کو امام احمد رضا خاں بریلوی یا اہل حق کے کسی بھی عالم نے کافر نہیں بنایا کیونکہ وہ جملہ حضرات تو کافروں کو مسلمان بنانے پر من جانب اللہ مامور تھے۔ ہاں ان پانچوں حضرات کو کافر بنایا تو انگریز کے وظیفوں، نذرانوں اور لقمۂ تر نے، خود ان حضرات کی حرص [illegible] اور پیٹ پرستی نے نیز خوف خدا اور خطرۂ روز جزا سے عاری ہونے نے۔ جس کے باعث ان پانچوں حضرات نے مقدس شجر اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگا کر اپنی ایمان جیسی متاع عزیز کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیا تھا۔ امام احمد رضا خاں بریلوی اور اہل حق کے ہر صاحب نظر نے تو از راہ خیر خواہی مسلمانوں کو صرف یہ بتایا تھا کہ ان پانچوں میں سے کسی کے پیچھے لگ کر اسے اپنا رہنما اور پیشوا بنا کر تم بھی اپنی عاقبت برباد نہ کر لینا اپنے ایمان کی دولت سے محروم ہو جانا۔

خود ان حضرات کے پیر و مرشد، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سمجھایا بجھایا تھا۔ انہوں نے رفع نزاع کی خاطر اپنا عقیدہ و عمل لکھوا کر فیصلہ ہفت مسئلہ کے نام سے بھیج دیا لیکن اپنے پیر و مرشد جیسے [illegible] کو بجائے عقیدت و احترام اور پوری نیاز مندی سے [illegible] کرنے کے [illegible] فیصلہ صادر ہو [illegible] تھا۔ کیا قبلہ حاجی صاحب کا مشن بھی کافر بنانا [illegible] نہیں ہو گیا تھا۔ اسی طرح سارے ملک کے علمائے کرام سراپا احتجاج تھے کیونکہ ان کے پروردگار کی تقدیس اور حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت پر چند مولوی کہلانے والے

Marfat.com

ناپاک حملے کر کے ان کے قلب و جگر کو چھلنی کر رہے تھے، ان کی ایمانی غیرت کو للکار رہے تھے۔ جملہ اہلِ علم حضرات نے سمجھایا بجھایا لیکن چند لوگوں نے پیٹ پرستی کے باعث کسی کی نہ سُنی۔ برٹش گورنمنٹ کی پُر اسرار حمایت کے باعث سارے ملک کے احتجاج کو ٹھکراتے رہے اور یوں ملتِ اسلامیہ کو اپنی دین فروشی کے باعث تڑپاتے رہے اور جاتے وقت اسلامیانِ ہند پر چند جدید فرقوں کا بوجھ لاد گئے۔

معافی مانگتے ۔ عباراتِ اکابر کے مصنف نے عبارت حفظ الایمان کی مختلف انداز میں معافی بیان کرتے ہوئے بھول بھلیاں کی سیر کے خوب مزے لوٹے ہیں۔ علمائے اہلسنت کو دل کھول کر بے نقط سنائی ہیں اور اپنی چلبلی خوب سینہ زوری اور دھینگا مُشتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ موصوف سے تھانوی صاحب کا کفر بال برابر بھی ہٹایا نہیں جا سکا لیکن کس مزے سے یہ جرنیل اور مضحکہ خیز حکم صادر فرما رہے ہیں :۔

خاں صاحب کا پہلے تو یہ فریضہ تھا کہ تکفیر جیسے سنگین قدم کے اٹھانے سے پہلے حضرت تھانوی صاحب سے ان کی مراد دریافت کر لیتے۔ اگر ان کی مراد سے توہین کا ادنیٰ سا احتمال بھی نکلتا تو بلا شبہ ان کی تکفیر کرتے بلکہ یوں کہتے کہ تھانوی ڈبل کافر ہے اور دوسرے درجے پر ان کا یہ فریضہ تھا کہ جب حضرت تھانوی نے اپنی مراد بیان کر دی اور اس پہلو اور اس مطلب و مراد کو کفر کہا جس کو لیکر خاں صاحب ان کی بلا وجہ تکفیر کر رہے ہیں تو خاں صاحب کے لیے مناسب تھا کہ وہ اپنے اُس ظالمانہ فتویٰ سے رجوع کرتے اور اخبارات و اشتہارات میں اُسے شائع کرتے کہ میں نے تھانوی صاحب کی عبارت سے جو مراد لی سمجھی ہے تھانوی صاحب خود بھی اُسے کفر کہہ رہے ہیں اس لیے میں اپنے اس فتویٰ سے رجوع کرتا ہوں اور تھانوی صاحب اور اُن کے معتقدین سے معافی کا خواستگار ہوں۔ ؎ لہ

لہ عباراتِ اکابر، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶

گکھڑوی صاحب: آپ بغیر کسی جھجک کے عباراتِ اکابر کے مصنف سے یہ فرما دیں کہ تھانوی صاحب نے جو اپنی مراد ظاہر کی اگر ان کا کوئی معتقد اُسے اسلامی ثابت کر سکے یا اس کفریہ عبارت کے اندر اس کے علاوہ ایک بھی اسلامی پہلو ثابت کر دے تو اختر شاہجہان پوری وعدہ کرتا ہے کہ وُہ اخبارات واشتہارات کے ذریعے یہ اعلان کر دے گا کہ تھانوی صاحب کی تکفیر میں غلطی ہوگئی تھی اور تھانوی صاحب کے معتقدین سے معافی بھی مانگ لے گا۔ اس کے بالمقابل اگر وہ تھانوی صاحب کی عبارت میں کوئی اسلامی پہلو ثابت نہ کر سکیں تو اپنے چاروں ارباباً مِّن دُوْنِ اللّٰہِ کو کافر و مرتد مان کر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریری وعدہ کرکے افہام وتفہیم کی غرض سے سلامت روی کے ساتھ تحریری گفتگو شروع کر دی جائے۔ تحریروں کی روشنی میں حقیقت چھن کر خود ہی سامنے آجائے گی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ افہام وتفہیم کے ذریعے اس المناک اختلاف کے گھتے کو کنوئیں سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے۔ ہم عباراتِ اکابر کے مصنف کے تحریری وعدے کا آج سے ہی انتظار شروع کر دیتے ہیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

گکھڑوی صاحب! عباراتِ اکابر کے مصنف کی ساری لن ترانیوں کا انتہائی معقول جواب ہو گیا یا نہیں؟ اب آپ اُنھیں یہ بھی بتا دیں کہ حضورِ والا! آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں کیونکہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند کے اندر جب پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا تو اس وقت حفظ الایمان کی عبارت کو منظرِ عام پر آئے ایک سال، گنگوہی صاحب کے فتوےٰ کذب وقوعی کو بارہ سال، براہینِ قاطعہ کو سولہ سال اور تحذیر الناس کو پورے تیس سال ہو چکے تھے۔ اس عرصے میں رد و تردید کا بازار خوب گرم رہا اور فریقین کی جانب سے سینکڑوں کتب و رسائل اور اشتہارات منظرِ عام پر آئے۔ یہاں تک کہ بریلی شریف سے ساری کفریہ عبارتوں کا مجموعی رد شائع ہوا اور اس میں سے بیس سوال

Marfat.com

منتخب کرکے ایک وفد کے ذریعے تھانوی صاحب کے پاس بھیجے گئے کہ ان کا اپنے قلم سے جواب دیجئے۔ اس پر دیوبندی حضرات کے مجدد دین وملت نے مجددانہ شان دکھاتے ہوئے اراکین وفد سے فرمایا:

ایک نہ ہزار نہ۔ معاف کیجئے میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ جو شخص تم سے دریافت کرے اُسے ہدایت کردو۔ طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے۔ یہ نہیں کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے کہ تو پی لے۔ تم اپنی اُمت میں سب کو داخل کرلو۔ میں جو کچھ کہہ چکا ہوں کہوں گا۔ مجھے معقول بھی کردیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجئے۔ آپ جیتے، میں ہارا۔[1]

جب تھانوی صاحب نے یوں جان چھڑائی اور تحریری جواب مطلقاً نہ دیا تو آستانہ عالیہ بریلی شریف کی جانب سے وہی سوالات ان کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔ موصوف نے رجسٹری واپس کردی۔ تیسری مرتبہ چھاپ کر رسالہ ظفر الدین الجید کی صورت میں ان کے سامنے پیش کئے لیکن دیوبندیوں کے حکیم الامت اور مجدد دین وملت کا منہ ذرا نہ کھلا اور نہ قلم حرکت میں آیا۔ چوتھی مرتبہ رسالہ بطش غیب کی صورت میں تھانوی صاحب کو جواب دینے کی جانب متوجہ کیا اور دیگر تمام علمائے دیوبند کو دعوت دی کہ اپنے ان کفریات کے بارے میں بولیے۔ اگر آپ کے پاس ان خرافات کی تاویلیں ہیں تو اُن تاویلات کے چہرے دکھایئے۔ ان علمی وایمانی مطالبوں کا جواب سرکار کے پالتو چھوکروں نے گالیوں اور مغالطوں سے دیا جبکہ حکیم الامت سے شیخ الہند تک کہلانے والوں پر خاموشی اور خود فراموشی کا عالم طاری رہا یعنی وہی یا نہر العجائب کہ جواب مع مجیب غائب۔

گکھڑوی صاحب! غور تو فرمائیے کہ ان حالات میں جواب کس کے گھر سے یا کونسے بازار سے منگوایا جاتا؟ اب ذرا مصنف صاحب سے پوچھیے تو سہی کہ امام احمد رضا خاں

---

[1] وقعات السنان مطبوعہ لاہور صفحہ ۶۷

بریلوی نے کہا تھانوی صاحب سے کچھ پوچھا ہی نہیں تھا؟ بندہ خدا! ایک مولوی کہلاتے ہوئے کیا مصنف صاحب کو عالم آشکار میں ایسا سفید جھوٹ زیب دیتا ہے؟ جواب نہ دیں تھانوی صاحب، خاموش رہے کی قسم کھائیں دیو بندیوں کے حکیم الامت صاحب، اپنے اوپر سے کفر کا الزام ہٹانے کی جانب ایک قدم بھی نہ بڑھائیں مصنف سے مجدد دین و ملت صاحب اور مورد الزام قرار پائیں ان کے نزدیک امام احمد رضا خاں بریلوی۔ کیا سر بازار انصاف کا یوں خون کر کے اور حقائق کا منہ چڑا کر دیانت و صداقت سے تقاضے پورے کئے جا رہے ہیں؟

گکھڑوی صاحب! جب جواب مانگنے پر تھانوی صاحب نے ازخود دفعہ برملا کہہ دیا کہ جواب دینے سے میرا ایک دفعہ نہیں ہزار بار انکار ہے۔ میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ مجھ پر ثابت بھی ہو جائے کہ میں غلطی پر ہوں تب بھی جواب نہیں دوں گا۔ میں روحانی مریض سہی لیکن ایمانی دوائی پینے سے میرا صاف انکار ہے کیونکہ جس کمبل کو پکڑ بیٹھا ہوں اُسے چھوڑنے کی اب لاکھ کوشش بھی کروں تب بھی وہ کمبل مجھے نہیں چھوڑے گا اب میری مرضی کا دخل ختم ہو چکا ہے کیونکہ میں کسی کے ہاتھوں میں اب چوں قلم در دست کاتب ہو کر رہ گیا ہوں۔ چونکہ میں تخریب دین و افتراق بین المسلمین پر مامور ہوں لہذا جیتے جی اطل پر قائم رہوں گا اور اسی کو حق و صداقت بتاتا رہوں گا اور بس۔

گکھڑوی صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے مصنف صاحب کا آنکھیں بند کر کے تھانوی صاحب سے کچھ کہا ہی نہیں گیا تھا۔ ان سے تو پوچھا ہی کچھ نہ تھا۔ سینکڑوں واقعات اور رسائل و اشتہارات کے مضمون چھوڑتے ہوئے ذرا انہیں مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں رضی اللہ علیہ کا وہ مکتوب گرامی تو سنا دیجئے جو انہوں نے اسی نزع کو رفع کرنے کی خاطر خود تھانوی صاحب کے لیے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ فقیر بارگاہ عزیز قدیر عز جلالہٗ

و مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔ اب حسب معاہدہ و قرار داد مراد آباد

پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جوابدہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں، لکھ کر کہیں اور سناویں اور وہ تحلی پرچہ اُسی وقت فریق مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کر بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔

معاہدے میں ۲۰ صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ آج ۱۵ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے؟ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقیر اُس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لیے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مرادآباد میں ہوں .... اور آپ بالذات اس امر عظیم کو طے کر لیں۔

اپنے دل کی جیسی آپ بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا؟ عاقل۔ بالغ۔ مستطیع۔ غیر مخذرہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے، کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے تو وکیل ہی کا سہارا ڈھونڈھیئے تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسبِ معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ و پرداختہ قول سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہٗ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت نا ممکن ہے اور علانیہ کی توبہ علانیہ لازم۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی اس دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفعِ خجالت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ آخر تا کجے؟ یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرضِ ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں ستر

Marfat.com

عز وجل کی نصرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وصلی اللہ تعالےٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین ۔

۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ[1]

چہار شنبہ

گھکھڑوی صاحب ذرا عبارات اکابر کے مصنف سے کہیے کہ وہ مذکورہ بالا خط کے ہر فقرے میں اصلی وجعلی مجدد کا فرق دیکھ لیں ۔ نیز پوچھیے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے تھانوی صاحب سے پوچھنے میں کونسی کسر اٹھا رکھی تھی ؟ لیکن تھانوی صاحب کو مرتے دم تک لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی ۔ دعوت کے جواب میں قرار داد مراد آباد کی رُو سے جہاں مراد آباد جانے اور مجدد برحق کے سامنے پہنچنے کی جرأت نہ ہوئی وہاں گھر کے اندر بیٹھ کر بھی کوئی معقول اور اسلامی توجیہ تا زیست بیان نہ کر سکے ۔

جب تھانوی صاحب نے اپنی صفائی میں چہ ورقی بسط البنان لکھی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اُن کے پلّے حفظ الایمان کی صفائی میں کچھ بھی نہیں ہے ورنہ ان دُور از کار اور نامعقول تاویلات کا سہارا کیوں لیا جاتا ؟ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی صفائی میں جو کچھ بسط البنان کے اندر لکھا اُس کے پرخچے شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وقعات السنان لکھ کر اُڑائے اور مسئلہ علم غیب پر جتنا منہ کھولا تھا اُسے ادخال السنان لکھ کر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ۔ وقعات السنان کے اندر تھانوی صاحب سے ایک سو تبیس (۱۳۲) سوال کیے تھے کہ ان کا نمبروار جواب دیجئے ۔ ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تبیس (۳۲) سالوں میں تھانوی صاحب سے ایک سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا اور نہ تھانوی صاحب کا کوئی بڑے سے بڑا حامی ان کا جواب دے کر اپنے مجدد دین وملت کی بگڑی بنا سکا ۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے تھانوی صاحب پر اتمام حجت کرتے ہوئے یہ اعلان بھی فرمایا تھا ۔

اس ایمانی معاہدہ کی طرف آپ کو دعوت ہے ، جس کی ابتداء ہم خود کریں ۔

ہم سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ان سب سوالات کا جدا

[1] مجدد اسلام ، مطبوعہ انڈیا ، ص ۱۸۴ تا ۱۸۶

Marfat.com

جُدا معقول جواب لکھ دیا جس میں نہ اُڑان گھائی ہو، نہ ہیر پھیر ہو، نہ کابرہ ڈھٹائی ہو، نہ دھوکے دے کر عوام کو چندرا نہ تو ہم صاف اعلان کر دیں گے کہ حفظ الایمان پر تکفیر غلط تھی اور اگر آپ ایسا نہ سمجھ لیں کہ الزام لاجواب ہے تو خدا کو مان کر انصافاً قبول دیں کہ واقعی حفظ الایمان میں آپ نے کفر لکھا ہے۔ اب مسلمان ہوتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں آپ کی کچھ بھی کسر نہ ہو گی بلکہ ہر عاقل کے نزدیک دقعت بڑھ جائے گی۔ **(وقعات السنان ص۱۱۲)**

گکھڑوی صاحب "عبارات اکابر" کے مصنف سے پوچھیے چلیے کہ تھانوی صاحب سے کچھ پوچھا گیا تھا یا نہیں ؟ مصنف صاحب بھی درحقیقت مجبور ہیں کہ اُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ کی طرح وہ اپنے تھانوی صاحب کی محبت و عقیدت سے سرشار ہیں۔ اُن کے دماغ میں صرف ایک ہی دھن سمائی ہے کہ تھانوی صاحب نے خواہ کچھ بھی کیا لیکن امام احمد رضا خاں بریلوی کو ان سے معافی مانگ لینی چاہیے تھی۔ وہ اپنے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ پر تنقید کرنے کا کسی کو بھی حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

چلیے یہ بات ۱۳۳۰ھ کی تھی۔ ۱۳۴۵ھ میں ایک صاحب دل اور با اثر مسلمان جمال بھائی قاسم بھائی نے کوشش کی کہ اختلاف کا یہ کتّا کنوئیں سے نکالنا بہت ضروری ہے اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی زندگی میں اس تصفیے کی امید ہو سکتی ہے کیونکہ چاروں اکابر دیوبند سے یہ دونوں حضرات ابھی بقید حیات ہیں۔ اپنی عبارتوں کی جو توجیہ یہ بتا سکتے ہیں وہ دوسرے سے مقصود نہیں اور نہ اس پر اُس درجہ اعتماد کہ شاید قائل کی یہ مراد نہ ہو۔ مولوی خلیل احمد صاحب ان دنوں عرب میں تھے۔ وہیں ان کے پاس دعوتِ مناظرہ بھیجی گئی اور ہندوستان آنے کے مصارف کو ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن موصوف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھانوی صاحب سے کہا گیا کہ اپنی زندگی میں سامنے آ کر آپ ہی یہ اختلاف مٹانے کی جانب کوئی قدم بڑھا دیں۔ اس پر موصوف تو خاموش رہے اور ان کے حواریوں نے علمائے اہلِ سنت پر ملک کے گوشے گوشے سے گالیوں کی بارش برسانی شروع کر دی۔ آخر شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ)

Marfat.com

۱۹۴۳ء) نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس یہ گرامی نامہ بھیجا۔

بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب صانہ اللہ تعالیٰ

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ فقیر ایک فیصلہ کن مناظرہ کے لیے آپ سے ہر طرح تیار ہے۔ مسلمانان باڑہ کی آواز پر فوراً فوراً باڑہ چلیے اور تاریخ وقت روانگی سے سیٹھ صاحب اور فقیر کو مطلع کیجئے۔ میں پا برکاب منتظر جواب ہوں۔ جھوٹے حیلے حوالے نہ بنائیے۔ فوراً اپنی مہری و دستخطی تحریر بذریعہ رجسٹری بھیجیے اور باڑہ نہ جانا ہو، وہاں کچھ زیادہ مصیبت کا سامنا ہو تو جہاں آپ کو زیادہ آسانی ہو وہاں انتظام کرائیے۔ ایک ہفتہ کی مہلت ہے۔ مناظرہ سے انکار عجز کا اقرار اور سکوت فرار کا قرار ہوگا خیر شرط است۔

گدائے سجادۂ رضویہ فقیر محمد حامد رضا قادری بریلوی غفرلہٗ[1]

اس دعوت مناظرہ کا حشر بھی وہی ہوا جو تھانوی صاحب شروع سے کرتے آ رہے تھے کہ مکمل خاموشی کی ٹھان لی گویا ہاں اور نہ دونوں کو جواب۔ نہ مرد میدان اور خیر خواہ اسلام نہ مسلمین بن کر مناظرہ کرنے گئے اور نہ انکار کیا۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کئی روز پہلے سے اچھلتے پھر رہے تھے کہ میں تھانوی صاحب کا وکیل ہوں جب تھانوی صاحب سے اس توکیل کی تصدیق چاہی تو وہ مہر بلب ہو گئے۔ دربھنگی صاحب سے وکالت نامہ دکھانے کا مطالبہ ہوا تو ان کے پاس وکیل مطلق بنانے کی مطلقاً کوئی تحریر تھانوی صاحب کی مہری دستخطی سرے سے تھی ہی نہیں۔ یہ ہے تھانوی صاحب اور ان کے چیلے چانٹوں کی اسلام دوستی اور حق و صداقت سے لگاؤ جس کے باعث امام احمد رضا خاں بریلوی ہی نہیں بلکہ اس دور کے ہر صاحب بیان کو مصنف صاحب کے نزدیک ان کے تھانوی صاحب سے معافی مانگ لینی چاہیے تھی۔ کیونکہ دنیا میں ایسی پراسرار ہستیاں کہیں صدیوں بعد جا کر پیدا ہوتی ہیں جن کا وجود مرنے کے بعد بھی ملت اسلامیہ کے لیے مستقل دردِ سر ہو کر رہ جاتا ہے۔

خیر جانے دیجئے مصنف صاحب تو یہی فرمائیں گے کہ تھانوی صاحب سے ان کی مراد

[1] ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد بابت ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

Marfat.com

پوچھی ہی کب گئی تھی۔ اس کے سات سال بعد ۱۳۵۲ھ میں انجمن حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے ہو رہے تھے۔ ضروری سمجھا گیا کہ چاروں اکابر دیوبند سے تھانوی صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ اگر وہ بنفس نفیس تشریف لاکر اس امر کا عملی تصفیہ کرائیں تو مسلمانانِ ہند کی بہت بڑی پریشانی دور ہو جائے۔ تھانوی صاحب کے لاہوری معتقدین نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور قرار پایا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلف اکبر مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور تھانوی صاحب کے درمیان مناظرہ ہو۔ اگر فریقین میں سے کسی کو اشد مجبوری و معذوری کا سامنا ہو جائے تو وہ کسی کو اپنا وکیل مطلق مقرر کر دے کہ جس کی فتح و شکست مؤکل کی شمار ہوگی۔ چنانچہ حزب الاحناف لاہور کی جانب سے تھانوی صاحب کو ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو دن کے دس بجے یہ جوابی تار ارسال کیا گیا۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں۔ علمائے اہلسنت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے۔ اس بہتر موقع پر آپ تشریف لاکر حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس کی عبارات کے متعلق تصفیہ کرلیں تاکہ تمام ہندوستان کی پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہو جائے اس موقع پر تکلیف سفر گوارا کرنا آپ پر لازم ہے۔ تار کے ذریعے سے تشریف آوری کے وقت سے اطلاع دیجئے آپ کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائے گا اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائے گی۔[1]

تھانوی صاحب جب اس تار کا جواب بھی حسب عادت ہضم فرما گئے تو ان کے لاہوری معتقدین کو بھی بڑا صدمہ پہنچا کہ ہمارے مجدد دین و ملت صاحب کو یہ ہو کیا گیا۔ تھانوی صاحب کو اپنی اور اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں میں اسلامی پہلو کی کوئی رمق بھی نظر آتی تو ضرور اہل حق کے سامنے آتے۔ سامنے آنے میں انھیں رسوائی کے سوا اور کچھ نظر آتا نہیں تھا اس لیے نہ انہوں نے کبھی روبرو ہونا تھا اور نہ ہوئے، ہاں اپنے چند چیلے چانٹے اور سرکاری خرچ پر پالے ہوئے ٹھوسے بھیج دیئے تھے۔ جن کی موجودگی میں فریقین نے مناظرہ کے لیے ۱۵ / شوال ۱۳۵۲ھ کا روز مقرر کیا اور قبلہ ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور نے تھانوی صاحب کے نام اطلاع کا خط بھیجا جس کے آخری چند جملے یہ ہیں۔

[1] آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظرہ۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۵-۶

Marfat.com

کاش ــــــ ! ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عباراتِ حفظ الایمان براہینِ قاطعہ، تحذیر الناس کے متعلق اکابر اہلسنت سے (جو جلسہ میں رونق افروز تھے) فیصلہ کن مناظرہ ہو کر تصفیہ ہو جاتا اور فریقین سے حقارت و منافرت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس عالمگیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جاتا۔ ہمیں آپ کے اس موقع پر سکوت و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ بے حد رنج ہے۔ خیر اب چونکہ آپ کے معتقدین و عمائدین شہر لاہور ...... نیز جناب محترم سردار محمد خاں صاحب ناظم جمعیت الاحناف نے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی اور مولوی ابو القاسم صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبد الحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے فیصلہ کن مناظرہ کے لیے ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرما دی ہے، جو عنقریب شائع کر دی جائے گی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پر آپ بنفسِ نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کر کے ہمیشہ کے لیے فریقین میں صلح و آشتی اور محبت و اتحاد کی بنیاد قائم کر دیں گے۔ فقط

جواب کا منتظر، فقیر قادری ابو البرکات سید احمد ...[1]

گکھڑوی صاحب ! مولانا حامد رضا خاں بریلوی کئی روز پہلے ہی لاہور تشریف لے آئے تھے اور اہلسنت کے اکثر علمائے کرام بھی تشریف فرما ہوئے لیکن عباراتِ اکابر کے مصنف سے پوچھیے کہ تھانوی صاحب اپنے تھانہ بھون کی زمین سے کیوں چمٹ گئے تھے؟ کیوں لاہور آنے اور تصفیہ کر لینے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی؟ ساتھ ہی یہ بھی دریافت کر لیجیے کہ تشریف نہ لانے کی صورت میں کسی کو اپنا وکیل مطلق بنا کر کیوں نہ بھیجا؟ رفعِ اختلاف و دفعِ نزاع کی خاطر نہ خود تشریف لانا اور نہ کسی کو وکیل مطلق بنانا، آخر اس ستم ظریفی کا جیتے جی سلسلہ جاری رکھنا کس وجہ سے تھا صورت حال واضح ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے خلفاء تھانوی صاحب کو آخری دم تک لب کشائی کی دعوت دیتے رہے، رُو برو ہو کر کہنے اور سُننے کے لیے بلاتے رہے لیکن تھانوی صاحب اس دنیا کو خیر باد کہہ گئے لیکن کبھی

---

[1] آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظرہ، مطبوعہ لاہور، ص ۶

Marfat.com

علمائے اہلسنت کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کی۔

گکھڑوی صاحب! عبارات اکابر کے مصنف سے پھر لوچھیئے کہ حضور والا! امام احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے خلفاء نے تھانوی صاحب سے عبارت حفظ الایمان کے سلسلے میں کبھی کچھ پوچھا تھا یا نہیں؟ خیر وہ انکار کریں یا اقرار لیکن اس کتاب کو پڑھنے والے قارئین کو ضرور یہ شعر یاد آگیا ہوگا۔

کل تک حجام سب کا مونڈتا پھرتا تھا سر
آج اس کوچے میں اس کی بھی حجامت ہوگئی

تکفیر بند کرو۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عقیدہ خاتمیت میں نانوتوی صاحب کی طرح ترمیم کی، انبیائے کرام کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھیں اور سب پر طرہ یہ کہ نبوت کا دعویٰ کر دیا جس کے باعث وہ کافر و مرتد ہو کر اسلام کے دائرے سے باہر نکل گئے۔ انہیں کافر سمجھنا ہر واقف مسلمان پر لازم ہے کیونکہ جو انہیں کافر نہ سمجھے یا کافر و دجال کہنے میں توقف کرے وہ خود بھی کافر ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس پر مسلمان کہلانے والے ہر فرقے کے علماء متفق ہیں کہ کافر کو کافر سمجھنا ضروری ہے اور جو اُسے کافر نہ سمجھے یا کافر کہنے میں توقف کرے وہ خود کافر ہے۔ اسی طرح مسلمان کو مسلمان سمجھنا بھی ضروری ہے اور جو اُسے کافر سمجھے یا کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایسی بات ہے جس پر تقریباً تمام علماء متفق ہیں۔

تکفیر بند کرو یا کسی کو کافر نہ کہو کے نعرے لگانا سیاسی چال ہے جس کا دین سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ اسلام کے دائرے میں آنے اور اس سے نکلنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح کوئی یہودی، عیسائی، ہندو یا سکھ آج مسلمان ہو جائے تو اُسے ضرور مسلمان کہا جائے گا اور اُس کی پچھلی غیر اسلامی زندگی کو اب نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح جو مسلمان کہلاتے ہوئے کوئی کفریہ عقیدہ مرزائے قادیان کی طرح اختیار کر لے تو اُسے ضرور کافر سمجھا اور کہا جائے گا اب اس کی پہلی زندگی، اس کے باقی عقائد و نظریات اور اسلام کے مطابق اس کے دیگر اقوال و افعال کو نہیں دیکھا جائے گا۔ جب تک وہ اپنی کفریہ بات سے توبہ نہ کرے اُسے ضرور کافر سمجھنا چاہیئے اور جب تک کسی سے کوئی کفریہ بات واقع نہ ہو اس وقت تک

Marfat.com

اُسے مسلمان سمجھنا چاہیئے۔

کسی کو کافر کہو کا نعرہ لگانے والے درحقیقت اسلام اور کفر کا امتیاز اٹھانا اور ایمان کی خصوصیت کو مٹانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہزاروں افراد کو کافر کہتے ہیں۔ خود دیو بندی حضرات ہی کو لیجئے کہ ان کے نزدیک جو باتیں کفر ہیں اور جن کاموں کے کرنے والوں کو وہ کافر و مشرک شمار کرتے ہیں اگر اس فہرست کو سامنے رکھا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک اس دنیا میں کوئی مسلمان پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ایسا پیدا ہو سکتا ہے جس کو دیو بندی معیار کے مطابق مسلمان کہا جا سکے۔ دریں حالات یہ نعرہ بازی ایک سیاسی مغالطہ اور دھاندلی سے زیادہ کچھ نہیں۔

کافر کو کافر کہنے سے بظاہر کسی مسلمان کو کچھ ملتا نہیں ہے لیکن اس کا کفر واضح ہو جانے پر اہلِ علم کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کا کفر ظاہر کریں اور مسلمانوں کو اس کے شر سے بچائیں تاکہ بے خبری میں اس کے پیچھے لگ کر وہ اپنے ایمان کی دولت ضائع نہ کر بیٹھیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں راہ کفر اختیار کرنے والوں کو ظاہر کرنا اور مسلمانوں کو ان کے پیچھے لگنے سے روکنا صاحبانِ علم کے لیے ایسے مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے۔ اس مضرت کے لحاظ سے کافروں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

۱۔ پہلا طبقہ کھلے کافروں، غیر مسلموں کا ہے جو اپنے آپ کو یہودی، عیسائی، ہندو اور سکھ وغیرہ کہتے ہیں۔ عام مسلمان بھی ان کے بہکانے سے اسلام کو نہیں چھوڑتے اور ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آتے اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔

۲۔ دوسرا طبقہ ان جاہل مسلمانوں کا ہے جن میں سے کوئی فرد اپنی جہالت کے باعث ایسا عقیدہ رکھے جس کے باعث وہ اسلام کے دائرے سے نکل گیا ہو۔ اس کی مضرت بھی اتنی زیادہ نہیں کیونکہ اُس کی جہالت کے باعث دوسرے مسلمان کب اس کے پیچھے لگنا پسند کریں گے؟

۳۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مسلمانوں میں صاحبانِ علم و عرفان کہلاتے اور کتنے ہی لوگ ان کی پیروی کرتے ہوں۔ اگر ایسے حضرات میں سے بدقسمتی سے کوئی مرزائے قادیان کی طرح

Marfat.com

راہِ کفر اختیار کرلے تو اہلِ علم پر عنداللہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری مستعدی سے اس کے کفریات کو واضح کر کے مسلمانوں کو اس کے پیچھے لگنے سے بچائیں۔ اگر علماء اس کی بے راہ روی کو واضح نہیں کریں گے تو گمراہ ہونے والے مسلمانوں کا وبال ایسے علماء پر بھی پڑے گا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں ایسے ہی پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں علمائے حرمین شریفین نے ان کے فتوے کی زبردست تصدیق کی اور تائید میں زوردار تقریظیں لکھیں۔ متحدہ ہندوستان کے ۲۶۸ علمائے کرام نے فاضل بریلوی کے مذکورہ فتوے سے اتفاق کیا۔ علمائے حرمین کی تقریظوں کے مجموعے کا نام حسام الحرمین اور علمائے ہند کی تصدیقوں کا مجموعہ الصوارم الہندیہ کے نام سے موجود ہے۔ مذکورہ پانچ حضرات میں مرزائے قادیان کے سوا باقی چار حضرات دیوبندی اکابر ہیں، یعنی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔

علمائے دیوبند یہ کہتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں نے ہمارے اکابر کی جن عبارتوں کے باعث ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز کفریہ نہیں ہیں بلکہ انہیں من مانے مفہوم و مطالب کا لباس پہنا کر تکفیر کی گئی ہے۔ اگر علمائے دیوبند کی یہ محض الزام تراشی اور اپنے اکابر کے کفریات پر پردہ ڈالنے کی سازش اور دھاندلی نہیں ہے تو ان عبارتوں کو آج بھی شریعت مطہرہ کی میزان پر تولا جا سکتا ہے۔ گزشتہ سطور میں ان کفریہ عبارتوں پر تحریری گفتگو کرنے کے متعلق ہم دو مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ یہ راستہ انتہائی معقول ہے اور فریقین کے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کا جو فیصلہ ہو دونوں فریق پہلے اس کے پابند کر لیے جائیں۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے پانچ حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا۔ ان میں سے قادیانی دجال کے بارے میں حکومتِ پاکستان نے، ستمبر ۱۹۷۴ء کو امام احمد رضا خاں بریلوی کے فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے اسے مرتد اور دجال قرار دے دیا۔ عباراتِ اکابر کا مصنف اور اکابر دیوبند کے متعلقین ...

فہمی میں مبتلا ہیں تو اپنے چاروں اکابر کا معاملہ وہ بھی حکومت کے سپرد کر دیں اگر قومی اسمبلی میں فریقین کے دلائل کی روشنی میں فیصلہ ہو جائے۔ وہاں بھی مصنف صاحب کے سارے جوہر کھل سکتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سگِ بارگاہِ رضا بھی احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے حاضر ہو جائے گا۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۝

سکتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

گدائے در اولیاء، محمد عبد الحکیم خاں اختر
مجددی مظہری شاہجہان پوری

Marfat.com

ھدیہ : ایصالِ ثواب

بحق

۱۔ مناظرِ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۔ امام المناظرین حضرت مولانا صوفی محمد اللہ دتہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

؎ غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com